ماہنامہ

انصار اللہ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے پنجابی اشعار

عشق الٰہی وسّے مُنہ پر ولیاں ایہ نشانی
لاثانی دا جو ہے عاشق اُسدا کوئی نہ ثانی

بکری بھیڈ خداوی راہ وچہ کُہنا ہے کی مشکل
جوہن کُہندے نفس دُنی نُوں ایہ سچّی قربانی

یاد الٰہی غافلو دِل نُوں پاک بناوے
جو کوئی اُسدا ہو گیا اوہ اُسدا مِتر جانی

کیوں دیویں دِل غیروں کو ہم یہ اپنی ہرگز خُو نہیں
میرا دلستاں وُہی ایک ہے دل ایک بر میں ہے، دو نہیں

(اشعار حضرت مسیح موعودؑ از درعدن حصہ دوم درمکنون شائع کردہ احمدیہ بک ایجنسی قادیان)

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

اگست ۲۰۰۴ء



حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب امام بیت الفضل لندن

۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۸ء ----- ۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۸ء

برصغیر پاک و ہند کی تحریک آزادی کے لئے حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب کی تحریک پر بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح عیدالاضحیہ (۱۹۳۳ء) کے موقع پر بیت الفضل لندن تشریف لائے اور ہندوستان کے مستقبل پر تقریر کرنے سے قبل فرمایا-

"The eloquent persuation of the Imam left me no escape."

کہ امام صاحب (مولانا عبدالرحیم درد صاحب - ناقل) کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی بچنے کی راہ نہیں چھوڑی - قائداعظم کی یہ تقریر برطانوی اور ہندوستانی پریس کی خاص توجہ کا موجب بنی-

(بحوالہ ایوننگ سٹینڈرڈ لندن - دی سٹیٹس مین کلکتہ پائونیر الہ آباد وغیرہ - تاریخ احمدیت جلد ۷)

جناب بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح امام صاحب کی اس تحریک پر وطن لوٹے اور برصغیر ہندو پاکستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کی -جس کے نتیجہ میں پاکستان کی آزاد مملکت ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو معرضِ وجود میں آئی -

12/8/04

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

ظہور ۱۳۸۳ ہش - اگست ۲۰۰۴ء

جلد نمبر..۵۰

شمارہ نمبر..۸

نائبین: پروفیسر محمد اسلم صابر - جاوید احمد جاوید - ریاض محمود باجوہ - محمود احمد اشرف

اس شمارہ میں

پبلشر: عبد المنان کوثر
پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)

شرح چندہ: (پاکستان)
سالانہ..........ایک سو روپیہ
قیمت فی پرچہ......دس روپے

ادار یہ

خدا کی نظر دلوں پر ہے

دنیوی زندگی میں عام طور پر باہمی تفاخر اور برتری کا اظہار دیکھنے میں آتا ہے جو مال و دولت، سیاست و سرداری حسن و جمال کی بناء پر ہوتا ہے۔مگر خدا کی نظر میں یہ باتیں ہیچ ہیں وہ صرف دل و دماغ سے اُٹھنے والے جذبات و کیفیات اور خیالات کو دیکھتا ہے اور پھر ان کے تابع جوارح سے ظہور میں آنے والے اعمال انسانی زندگی میں تغیرات پیدا کرتے ہیں۔دلوں کی کیفیات اور اعمال انسان کے انجام پر اثر انداز ہونے کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"یَوْمَ لَایَنْفَعُ مَالٌ وَّلَابَنُونَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ" (سورۃ الشعراء آیت:۸۸-۸۹)۔

اس دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم لے کر حاضر ہوگا۔(وہ قبول کیا جائے گا۔)

یہاں جس قلب سلیم کا ذکر کیا گیا ہے اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ" (صحیح مسلم)

کہ اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔

اس حدیث میں ظاہری حُسن و جمال اور مال متاع کے بارہ میں بتادیا گیا ہے کہ انہیں دوام نہیں، یہ ڈھلتے سایے کی طرح ہیں۔انسانی معاشرہ میں ان دونوں باتوں کے بارہ میں روحِ مسابقت نظر آتی ہے۔عموماً ایک دوسرے پر برتری کے لئے انہیں دیکھا جاتا ہے۔اگرچہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعماء میں سے ہیں مگر یہ باعث فتنہ بھی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول کیا ہے حُسن نیّت جس کا مبداء و منبع قلب انسانی ہے اور اس حسنِ نیت میں انسانی جوارح سے جو اعمال ظاہر ہوتے ہیں اور اس حسن نیت کے درخت کو سیراب کرتے ہیں وہ فرد اور قوم میں انقلاب لاتے ہیں۔

اس حدیث میں جو قلب کا لفظ بیان ہوا ہے، اس سے دل اور دماغ دونوں مراد ہیں کسی نظام کا مرکزی نقطہ قلب کہلاتا ہے۔اور دل اور دماغ دونوں اپنے اپنے دائرہ میں جسمانی نظام کا مرکز ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں قلوب اور اعمال کے الفاظ استعمال کر کے اشارہ فرمایا ہے کہ بے شک حسن اور مال و دولت خدا کی نعمتیں ہیں اور ان کی قدر کرنی چاہئے۔پس حُسن و جمال حسب و نسب اور مال و دولت تزک و احتشام کی بجائے حسنِ نیت اور حسنِ عمل کی فکر ہونی چاہئے۔

یہاں یہ بات بھی مدنظر رہنی چاہئے۔کہ بے شک انجام کار حسنِ نیت اور حسنِ عمل کو وزن حاصل ہوگا۔مگر ان الفاظ میں یہ اشارہ مقصود ہے کہ دنیا میں بھی قلبی کیفیات و جذبات اور دماغ کے احساسات اور جوارح کے اعمال ایک صالح تغیر حاصل ہوتا ہے اور جس قوم کو یہ نعمتیں حاصل ہو جائیں اس کی ترقی کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

امام الکلام

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''......مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خُدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی۔ اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے اُن کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دُنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔...... قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دُعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (الفاتحہ:۶-۷) یعنی ہمیں اپنی اُن نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے۔ پس اپنی ہمّتیں بلند کرلو اور قرآن کی دعوت کو ردّ مت کرو۔ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں......''

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹، صفحہ ۲۶-۲۷)

کلام الامام

سچے کلام الٰہی کے پرکھنے کا معیار

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

''قرآن کا علم محض خدا تعالیٰ کے فضل حاصل ہوتا ہے- اور یہ قرآن کریم کی بہت بڑی صداقت کا ثبوت ہے کیونکہ جس کتاب کا علم خدا کے فضل سے حاصل ہو، وہی خدا کی کتاب ہوسکتی ہے- جسے خدا تعالیٰ اپنے کلام کے حقائق سے واقف ہونے کا مستحق سمجھتا ہے، اس پر علم کے دروازے کھول دیتا ہے- لیکن جو خدا تعالیٰ سے دور ہوتا ہے، اسے یہ کتاب ایسی ہی بدنما لگتی ہے- جیسی پنڈت دیانند صاحب کو لگی کہ انہیں اس میں کوئی خوبی نظر ہی نہیں آئی-

وہ لوگ جو ظاہر علوم کے بڑے بڑے دعوے رکھتے تھے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں قرآن کریم کے نکات بیان کرنے میں ایسے ہی ہیچ تھے جیسے کمزور دماغ کا انسان ایک اعلیٰ دماغ کے انسان کے مقابلہ میں ہوتا ہے- وہ سوائے اس کے کہ یہ کہتے رہے غلط تاویلیں کرتے ہو، قرآن کریم بگاڑتے ہو اور کچھ نہ کر سکے- آج انہی کی ذرّیتیں اور انکے ساتھی تسلیم کررہے ہیں کہ آپ نے جو حقائق بیان کئے وہ کسی نے بیان نہیں کئے-

عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قبل سرسید نے قرآن کریم کی تفسیر لکھنی شروع کی- اور قرآنی مطالب کو اس طرح پیش کیا کہ وہ نئی تعلیم کے مطابق معلوم ہوں- اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود نے کئی آیات کی ایک ایسی تشریح بیان کی کہ اس وقت یورپ کی تحقیقات اس کے خلاف تھی- مگر اب حضرت مسیح موعودؑ کی بیان کردہ کئی باتوں کی تصدیق اہل یورپ بھی کرنے لگے ہیں اور کئی ابھی باقی ہیں- کیا عجیب بات نہیں کہ ان کی باتیں تو مٹی جارہی ہیں جنہوں نے زمانہ کے حالات کے مطابق کہی تھیں مگر حضرت مسیح موعود کی فرمودہ باتیں اب مخالف بھی مانتے جارہے ہیں-

غرض لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ سچے کلام الٰہی کے پرکھنے کا معیار ہے کہ جتنا کوئی باطنی علوم میں ترقی کرے گا، اتنا ہی زیادہ اس کلام کے سمجھنے میں ترقی کرے گا- جس کتاب کے متعلق یہ بات پائی جائے گی وہی خدا کی طرف سے ہوگی-

بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی حقیقت پر واقف ہونے کے لئے ضروری ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی محبت اپنے دل میں پیدا کرے اور تقویٰ و طہارت اختیار کرے-''

(انوار العلوم- جلد ۱۰ صفحہ ۵۳۳-۵۳۴)

فارسی منظوم کلام

نورِ فرقاں نہ تافت است چناں   کو بماند نہاں زدیدہ وراں!

قرآن کا نور ایسا نہیں چمکا کہ دیکھنے والوں کی نظر سے مخفی رہ سکے

آں چراغ ھُداست دُنیا را   رہبر و رہنماست دُنیا را

وہ تو تمام دنیا کے لئے ہدایت کا چراغ اور جہان بھر کے لئے رہبر اور رہنما ہے

رحمتے از خداست دُنیا را   نعمتے از سماست دُنیا را

وہ خدا کی طرف سے دنیا کے لئے ایک رحمت اور آسمان سے اہل جہان کے لئے ایک نعمت ہے

مخزنِ راز ہائے ربّانی!   از خدا آلۂ خُدا دانی!

وہ خداوند کے اسرار کا خزانہ اور خدا کی طرف سے خداشناسی کا آلہ ہے۔

برتر از پایۂ بشر بکمال   دستگیرِ قیاس و استدلال

وہ اپنے کمالات میں انسان کی لیاقت سے بالاتر ہے۔ نیز قیاس اور استدلال کی دستگیری کرتا ہے۔

کارسازِ اتم بعلم و عمل   حجتش اعظم و اثرِ اکمل

وہ علم وعمل میں ہمارے لئے کامل کارساز ہے۔ اُس کی دلیل پختہ اور اس کا اثر نہایت دیرپا ہے

ہر کہ بر عظمتش نظر بکشاد   بے توقف خدائش آمد یاد

جو اس کی عظمت کو دیکھ لیتا ہے۔ اُسے فوراً خدا یاد آجاتا ہے

ہست آئینہ بہرِ رُوئے خُدا   عالمے را کشید سُوئے خُدا

قرآن خدا کے چہرہ کا آئینہ ہے اور اس نے ایک جہان کو خدا کی طرف کھینچا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۳۵۹-۳۶۰)

عربی منظوم کلام

وَمَا الْقُرْاٰنُ اِلَّا مِثْلُ دُرَرٍ   فَرَائِدَ زَانَهَا حُسْنُ الْبَيَانِ

اور قرآن درحقیقت بہت عمدہ اور یک دانہ موتیوں کی طرح ہے۔ جو حسنِ بیان سے اور بھی اس کی زینت اور خوبصورتی نکلی ہے۔

مَا مَسَّتْ اَكُفُّ الْكَاشِحِيْنَا   مَعَارِفَهُ الَّتِىْ مِثْلَ الْحِصَانِ

اور دشمنوں کی ہتھیلیاں ان معارف کو چھوئی بھی نہیں۔ جو قرآن میں ایسے طور پر چھپی ہوئی ہیں جیسے پردہ نشین پارسا عورت چھپی ہوئی ہوتی ہے

وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْقُرْاٰنُ فَيْضًا   خَفِيْرٌ جَالِبٌ نَحْوَ الْجِنَانِ

اور تو کچھ جانتا ہے کہ قرآن فیض کے رُو سے کیا شے ہے؟ وہ ایک راہبر ہے جو بہشت کی طرف کھینچتا ہے۔

لَهُ نُوْرَانِ نُوْرٌ مِّنْ عُلُوْمٍ   وَنُوْرٌ مِّنْ بَيَانٍ كَالْجُمَانِ

اس میں دو نور ہیں ایک تو علوم کا نور اور دوسرے۔ فصاحت اور بلاغت کا نور جو دانہ نقرہ کی طرح چمکتا ہے

كَلَامٌ فَائِقٌ مَّا رَاقَ طَرْفِىْ   جَمَالٌ بَعْدَهُ وَالنَّيِّرَانِ

وہ ایک ایسا کلام ہے جو ہر ایک کلام سے فوقیت لے گیا۔ اور اس کے بعد مجھے کوئی جمال اچھا معلوم نہ ہوا اور آفتاب اور قمر بھی اچھے دکھائی نہ دیئے

اَيَاةُ الشَّمْسِ عِنْدَ سَنَاهُ دَخْنٌ   وَمَا لِلَّعْلِ وَالسِّبْتِ الْيَمَانِىْ

آفتاب کی روشنی اس کی چمک کے آگے ایک دھواں سا ہے۔ اور لعل سے نَرِی کے سرخ چمڑے کو نسبت ہی کیا ہے گو یمن کی ساخت ہو

وَاَيْنَ يَكُوْنُ لِلْقُرْاٰنِ مِثْلٌ   وَلَيْسَ لَهُ بِهٰذَا الْفَضْلِ ثَانِىْ

اور قرآن کی مثال کوئی دوسری چیز کیوں کر ہو۔ کیونکہ وہ تو اپنے فضائل میں بے مثل ہے

وَرِثْنَا الصُّحُفَ فَاقَتْ كُلَّ كُتُبٍ   وَسَبَقَتْ كُلَّ اَسْفَارٍ بِشَأْنِ

ہم اس کتاب کے وارث بنائے گئے جو سب کتابوں پر فائق ہے۔ ایسی کتاب جو اپنے کمالات میں تمام کتابوں پر سبقت لے گئی ہے

(نور الحق جلد اوّل، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۸۸-۸۹)

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات پر قرارداد تعزیت

ہم جملہ ممبران صدر انجمن احمدیہ پاکستان حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات پر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی اولاد، بھائیوں اور جملہ افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دل کی گہرائیوں سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد...... کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ حضرت ام ناصر محمودہ بیگم بنت حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب...... کے بطن سے ۹ رمئی ۱۹۱۴ء کو قادیان میں پیدا ہوئے اور ۲۱ رجون ۲۰۰۴ء کو ۹۰ سال کی عمر میں ربوہ میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ نے ابتدائی دینی اور عربی تعلیم مدرسہ احمدیہ قادیان سے حاصل کی اور پھر پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور گریجویشن کرنے کے بعد تحریک جدید انجمن احمدیہ کی مختلف وکالتوں میں خدمت کی توفیق پائی، خاص طور پر وکیل التبشیر کی حیثیت سے آپ نے جماعت کے بیرونی مشنز کی توسیع اور استحکام کے لئے طویل عرصہ تک گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے بیرونی ممالک کے کئی دورے بھی کئے۔ آپ کی یہ خدمات تاریخ احمدیت کا ایک زرّیں باب ہے۔ فَجَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْجَزَاء۔ آپ وکیل اعلیٰ اور صدر مجلس تحریک جدید کے کلیدی مناصب پر بھی لمبا عرصہ فائز رہے۔ اپنے ان سارے فرائض کی ادائیگی میں آپ کو حضرت مصلح موعود...... کی رہنمائی اور دعائیں شامل حال رہیں۔ آپ فرقان بٹالین کے اعزازی کرنل کے عہدے پر فائز رہ کر آزادیٔ کشمیر کی تحریک سے بھی منسلک رہے۔ طویل عرصہ تک صدر مجلس انصاراللہ کے طور پر خدمات کی توفیق پائی۔ آپ کی شادی حضرت نواب عبداللہ خان صاحب...... آف مالیرکوٹلہ کی صاحبزادی آمنہ طیبہ صاحبہ سے ہوئی جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نواسی ہونے کا شرف حاصل رہا تھا۔ اُن کی وفات ۲۷ رمارچ ۱۹۹۶ء کو ہوئی تھی۔

آپ کے پسماندگان میں دو صاحبزادے مرزا مجیب احمد صاحب اور ڈاکٹر مرزا خالد تسلیم احمد صاحب نیز ایک صاحبزادی محترمہ امۃ الباقی عائشہ اہلیہ محترم ظفر نذیر احمد صاحب حال ٹورنٹو۔ کینیڈا ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر عطا فرمائے اور محترم میاں صاحب کو رحمت و مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے اور جنت میں اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ نیز فیصلہ ہوا کہ اس تعزیتی قرارداد کی نقول حسب ذیل کی خدمت میں ارسال کی جائیں۔

(ہم ہیں ممبران صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

نقول: (۱) بخدمت حضرت بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب (۲) بخدمت مرزا مجیب احمد صاحب (۳) بخدمت مرزا خالد تسلیم احمد صاحب (۴) بخدمت محترمہ صاحبزادی امۃ الباقی عائشہ صاحبہ (۵) بخدمت مکرم ایڈیٹر صاحب روزنامہ الفضل ربوہ (۶) مکرم ایڈیٹر صاحب الفضل انٹرنیشنل لندن (۷) ماہنامہ انصاراللہ ربوہ (۸) ماہنامہ مصباح ربوہ (۹) ماہنامہ خالد ربوہ

قرارداد تعزیت بروفات حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب

مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان اپنے اس خصوصی اجلاس میں حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد ابن حضرت سیّدنا مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ...... کی وفات (مورخہ ۲۱؍جون ۲۰۰۴ء) پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ مورخہ ۹؍مئی ۱۹۱۴ء کو حضرت اُمِّ ناصر سیدہ محمودہ...... بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ مدرسہ احمدیہ سے تعلیم حاصل کی۔ بعدہٗ مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن کے بعد آپ نے اپنی زندگی ۳؍مئی ۱۹۴۴ء کو وقف کر دی اور وقف کے بعد اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تحریک جدید انجمن احمدیہ کے تحت خدمات بجالاتے رہے۔ تحریک جدید میں ۱۹۵۰ء میں وکیل الزراعت مقرر ہوئے۔ بعدہٗ وکیل الصنعت، وکیل التجارت، وکیل الدیوان، وکیل التبشیر، وکیل اعلیٰ اور صدر مجلس تحریک جدید کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ ۱۹۸۲ء میں صحت کی خرابی کی بناء پر بطور وکیل اعلیٰ آپ سبکدوش ہوئے لیکن ۱۹۸۸ء تک آپ بطور صدر مجلس تحریک جدید خدمات بجالاتے رہے۔ بعدہٗ حضورؒ نے آپ کو ایڈیشنل صدر (اعزازی) مقرر فرمایا اور تا وفات آپ اسی عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کو ۱۹۶۰ء تا ۱۹۶۸ء نائب صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ اور ۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۸ء بطور صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ خدمات کی توفیق ملی۔

ہم ممبران مجلس انصاراللہ پاکستان حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات پر اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، آپ کے صاحبزادگان، صاحبزادی برادران، ہمشیرگان اور جملہ افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرماتا رہے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

ہم ہیں اراکین مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان۔ ربوہ

قرارداد تعزیت بروفات حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب: مندرجہ ذیل جماعت ہائے احمدیہ اور مجالس انصاراللہ کی قرارداد ہائے تعزیت بروفات حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب موصول ہوئی ہیں۔

(۱) جماعت احمدیہ اسلام آباد (۲) مجلس عاملہ انصاراللہ ضلع لاہور و زعماء اعلیٰ لاہور (۳) جماعت احمدیہ حیدرآباد سندھ (۴) مجلس انصاراللہ مغلپورہ لاہور (۵) مجلس عاملہ انصاراللہ ضلع سیالکوٹ

سیرت طیبہ

حضرت مسیح موعودؑ کی بنی نوع انسان سے محبت و ہمدردی

مخالفین اور معاندین کے ساتھ حسنِ سلوک

از: ایڈیٹر

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم آیت:۵) کہہ کر مخاطب فرمایا ہے کہ یقیناً آپ عظیم خُلق پر فائز کئے گئے ہیں عظیم کے لفظ میں اعلیٰ واکمل مقام کا مفہوم ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ علوِ مرتبت میں آپؐ کا کوئی ہم پلہ اور نظیر نہیں اور اسی بناء پر آپؐ کو قرآن کریم نے رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن کے خطاب سے نوازا اور آپؐ کی تعلیم اور حیات مقدسہ گواہ ہے کہ آپؐ عالمین اور مافیھا کے لئے رحمت ہیں۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور محبت میں سرشار ہو کر دور حاضر کے مامور حضرت مسیح موعودؑ جب فنافی الرسولؐ ہوئے تو آپؑ کے اندر خُلقِ عظیم کا رنگ پیدا ہوا اور آپؑ بنی نوع انسان کے لئے قاسمِ رحمت بنے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت طیبہ کے ضمن میں انسانیت کے لئے اسی محبت و ہمدردی کا بیان مقصود ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے جذبات کی ترجمانی اس تحریر سے ہوتی ہے۔ آپ اپنی کتاب اربعین میں فرماتے ہیں:۔

> ''...... میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدۂ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بد اخلاقی سے بیزاری میرا اُصول''۔ (روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ '' تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر بنو اس ہدایت کے سب سے اول مخاطب انبیاء اور مامورین ہوتے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس ہدایت کی تعمیل کی سچی تصویر دیکھنی ہو تو وہ بھی انبیاء و مامورین کی زندگی میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تحریر کا یہ فقرہ کہ ''میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدۂ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر'' اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کا ہی مظہر ہے لیکن یہ محض زبانی دعویٰ نہیں تھا بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی اور غمگساری میں ہی گذرا اور آپ کی زندگی کے سینکڑوں واقعات اس پر شاہد ہیں۔

○ اپنے دوستوں اور خادموں کے لئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجسم عفو وشفقت تھے۔ نئے آنے والوں جو تحقیق کی غرض سے آپ کے پاس آتے ان کے ساتھ بھی بڑی شفقت فرماتے تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانہ میں آ کر انہوں نے خادمان مہمان خانہ سے کہا کہ ہمارے بستر اتارے جائیں اور سامان لایا جائے۔ چار پائی بچھائی جائے۔ خادموں نے کہا آپ خود اپنا اسباب اتروائیں۔ چار پائیاں بھی مل جائیں گی۔ دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہو گئے اور فوراً یکہ میں سوار ہو کر واپس روانہ ہو گئے۔ میں نے مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ ذکر کیا تو مولوی صاحب فرمانے لگے جانے بھی دو ایسے جلد بازوں کو۔ حضور کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا۔ حضور ان کے پیچھے نہایت تیز قدم چل پڑے چند خدام بھی ہمراہ تھے میں بھی ساتھ تھا۔ نہر کے قریب پہنچ کر ان کا یکّہ مل گیا اور حضور کو آتا دیکھ کر وہ یکّہ سے اتر پڑے اور حضور نے انہیں واپس چلنے کے لئے فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے۔ حضور نے یکّہ پر سوار ہونے کے لئے انہیں فرمایا۔ اور کہ میں ساتھ ساتھ چلتا ہوں مگر وہ شرمندہ تھے اور سوار نہ ہوئے۔ اس کے بعد مہمان خانہ میں پہنچے حضور نے خود ان کے بستر اتارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر خدام نے اتار لیا۔ حضور نے اسی وقت دو انواری پلنگ منگوائے اور ان پر ان کے بستر کرائے۔ اور ان سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے۔ اور خود ہی فرمایا کیونکہ اس طرف چاول کھائے جاتے ہیں۔ اور رات کو دودھ کے لئے پوچھا۔ غرضیکہ ان کی تمام ضروریات اپنے سامنے مہیا فرمائیں اور جب تک کھانا آیا وہیں ٹھہرے رہے اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ ایک شخص جو اتنی دور سے آتا ہے۔ راستہ کی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کرتا ہے۔ یہاں پہنچ کر سمجھتا ہے کہ اب میں منزل پر پہنچ گیا۔ اگر یہاں آ کر بھی اس کو وہی تکلیف ہو تو یقیناً اس کی دل شکنی ہو گی۔ ہمارے دوستوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد جب تک وہ مہمان ٹھہرے رہے حضور کا یہ معمول تھا کہ روزانہ ایک گھنٹہ کے قریب ان کے پاس آ کر بیٹھتے اور تقریر وغیرہ فرماتے۔ جب وہ واپس ہوئے تو صبح کا وقت تھا۔ حضور نے دو گلاس دودھ کے منگوائے اور انہیں فرمایا یہ پی لیجئے۔ اور نہر تک انہیں چھوڑنے کے لئے ساتھ گئے۔ راستہ میں گھڑی گھڑی ان سے فرماتے رہے کہ آپ تو مسافر ہیں آپ یکہ میں سوار ہو لیں۔ مگر وہ سوار نہ ہوئے۔ نہر پر پہنچ کر انہیں سوار کرا کر حضور واپس تشریف لائے۔"　(رفقاءِ احمد جلد چہارم صفحہ ۱۰۰-۱۰۱)

○ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مخالفین کے لئے بھی بڑی محبت اور ہمدردی رکھتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب روایت کرتے ہیں کہ

بیت الدعاء کے اوپر میرا حجرہ تھا۔ اور میں اسے بطرز بیت الدعا استعمال کیا کرتا تھا۔ اس میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حالت دعا میں گریہ و زاری کو سنتا تھا۔ آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا۔ اور آپ اس طرح پر آستانہ الٰہی پر گریہ و زاری کرتے تھے۔ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بے قرار ہو۔ وہ فرماتے تھے کہ

میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوق الٰہی کے لئے طاعون کے عذاب سے نجات کے لئے دعا کرتے تھے۔ کہ الٰہی اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو جائیں گے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔ یہ خلاصہ اور مفہوم حضرت مخدوم الملت کی روایت کا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ باوجودیکہ طاعون کا عذاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تکذیب اور انکار ہی کے باعث آیا۔ مگر آپ مخلوق کی ہدایت اور ہمدردی کے لئے اس قدر حریص تھے۔ کہ اس عذاب کے اٹھائے جانے کے لئے (باوجودیکہ دشمنوں اور مخالفوں کی ایک جماعت موجود تھی) رات کی سنسان اور تاریک گہرائیوں میں رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ ایسے وقت جبکہ مخلوق اپنے آرام میں سوتی تھی۔ یہ جاگتے تھے۔ اور روتے تھے اور القصہ آپ کی یہ ہمدردی اور شفقت علیٰ خلق اللہ اپنے رنگ میں بے نظیر تھی۔" (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۴۲۸-۴۲۹)

قارئین کرام! یہ دعا اس عذاب سے بچانے کے لئے کی جا رہی ہے جو ایک خدائی پیشگوئی کے نتیجہ میں ظاہر ہوا اور جو دراصل آپ کی صداقت پر ایک قاطع دلیل کے طور پر تھا۔ اور جس کے ٹلنے سے کم فہموں کی نگاہ میں آپ کی صداقت بھی مشتبہ ہو سکتی تھی لیکن وہ صفاتِ الٰہیہ کا مظہر دل اس غم سے بے چین ہو جاتا ہے کہ خدا کی مخلوق ہلاک ہو رہی ہے اور اپنے رب سے تڑپ تڑپ کر عرض کرتا ہے کہ خدایا! تو رحیم و کریم ہے تو اپنی مخلوق کو اس عذاب سے بچالے اور ان کے ایمان کی سلامتی کے لئے کوئی اور راستہ کھول دے۔

○ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لالہ شرمپت صاحب (یہ صاحب آریہ قوم سے تھے اور آریہ قوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سخت دشمن تھی) بہت بیمار ہو گئے۔

"ان کے شکم پر ایک پھوڑا ہوا اور اس دنبل نے نہایت خطرناک شکل اختیار کی۔ حضرت اقدس کو اطلاع ہوئی۔ آپ خود لالہ شرمپت رائے کے مکان پر جو نہایت تنگ و تار تھا۔ تشریف لے گئے آپ کے ساتھ اکثر دوست تھے۔ لالہ شرمپت رائے صاحب کو آپ نے جا کر دیکھا وہ نہایت گھبرائے ہوئے تھے ان کو اپنی موت کا یقین ہو رہا تھا۔ بے قراری سے ایسی باتیں کر رہے تھے جیسا کہ ایک پریشان انسان ہو۔ حضرت صاحب نے اس کو بہت تسلی دی اور فرمایا کہ گھبراؤ نہیں میں ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو مقرر کر دیتا ہوں وہ اچھی طرح علاج کریں گے۔ اس وقت قادیان میں ڈاکٹر صاحب ہی ڈاکٹری کے لحاظ سے اکیلے اور بڑے ڈاکٹر تھے۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت اقدس ڈاکٹر صاحب کو ساتھ لے گئے اور ان کو خصوصیت کے ساتھ لالہ شرمپت رائے کے علاج پر مامور کر دیا۔......" (سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ ۱۶۹)

○ شفقت اور ہمدردی کا ایک واقعہ قادیان کے ایک آریہ ملاوامل کے ساتھ بھی پیش آیا۔ لالہ صاحب نوجوانی کے زمانہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ مگر اپنے مذہبی اور قومی تعصب میں اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں کئی دفعہ ان خداداد نشانوں کی گواہی کے لئے بلایا جو ان کی آنکھوں کے سامنے گذرے تھے اور ان کے چشم دید گواہ تھے مگر وہ ہمیشہ مذہبی تعصب کی وجہ سے شہادت دینے سے گریز کرتے رہے۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں۔

''۱۸۸۱ء میں ایک ہندو آریہ...... ایک مدّت سے بہ مرضِ دِق مُبتلا تھا- اور رفتہ رفتہ اُس کی مرض انتہا کو پہنچ گئی- اور آثار مایوسی کے ظاہر ہو گئے- ایک دن وہ میرے پاس آ کر اور اپنی زندگی سے نا اُمید ہو کر بہت بے قراری سے رویا- میرا دل اُس کی عاجزانہ حالت پر پگھل گیا- اور میں نے حضرتِ احدیت میں اُس کے حق میں دُعا کی- چونکہ حضرت احدیّت میں اُس کی صحت مقدر تھی- اس لئے دعا کرنے کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا-

قُلْنَا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا

یعنی ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ تُو سرد اور سلامتی ہو جا- چنانچہ اُسی وقت اُس ہندو اور نیز کئی اور ہندوؤں کو کہ جواب تک اس قصبہ میں موجود ہیں- اور اس جگہ کے باشندہ ہیں- اُس الہام سے اطلاع دی گئی- اور خدا پر کامل بھروسہ کر کے دعویٰ کیا گیا کہ وہ ہندو ضرور صحت پا جائے گا- اور اس بیماری سے ہرگز نہیں مرے گا- چنانچہ بعد اس کے ایک ہفتہ نہیں گزرا ہو گا- کہ ہندو مذکور اُس جانگداز مرض سے بکلّی صحت پا گیا والحمدللہ علیٰ ذالک'' (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۲۷-۲۲۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر۱)

○ پنڈت لیکھرام جو دین حق کا بدترین دشمن تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہلاکت پر تو آپؑ کی عجیب حالت تھی- پیشگوئی کے پورا ہونے کی خوشی بھی تھی لیکن انسانی ہمدردی کی بناء پر آپ کو لیکھرام کی ہلاکت کا دکھ بھی تھا لیکھرام کی ہلاکت پر اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

''ایک انسان کی جان جانے سے تو ہم دردمند ہیں اور خدا کی ایک پیشگوئی پوری ہونے سے ہم خوش بھی ہیں- کیوں خوش ہیں؟ صرف قوموں کی بھلائی کے لئے کاش وہ سوچیں اور سمجھیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی صفائی کے ساتھ کئی برس پہلے خبر دینا انسان کا کام نہیں ہے- ہمارے دل کی اسؔ وقت عجیب حالت ہے- درد بھی اور خوشی بھی- درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آ جاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا- اور میں امید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہو جاتا- وہ خدا جس کو میں جانتا ہوں اس سے کوئی بات انہونی نہیں-'' (سراج منیر روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۸)

○ حضرت مولانا شیر علی صاحب...... کی روایت ہے کہ:

''مارٹن کلارک کے مقدمہ میں ایک شخص مولوی فضل الدین لاہوری حضور کی طرف سے وکیل تھا- یہ شخص غیر احمدی تھا- اور شاید اب تک زندہ ہیں اور غیر احمدی ہے- جب مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو میں مولوی محمد حسین صاحب کے حسب ونسب کے متعلق کوئی سوال کروں- حضرت صاحب نے سختی سے منع فرما دیا کہ میں اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اور اور فرمایا لَایُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْءِ'' مولوی شیر علی صاحب نے بیان کیا کہ ''واقعہ خود مولوی فضل دین نے باہر آ کر ہم سے بیان کیا تھا- اور اس پر اس بات کا بڑا اثر ہوا تھا- چنانچہ وہ کہتا تھا کہ مرزا صاحب نہایت عجیب اخلاق کے آدمی ہیں- ایک پرلے درجہ کا دشمن ہے اور وہ اقدام قتل کے مقدمہ میں آپ کے خلاف شہادت میں پیش ہوتا ہے اور میں اس کا حسب ونسب پوچھ کر اس کی حیثیت کو چھوٹا کر کے اس کی شہادت کو کمزور کرنا چاہتا ہوں اور اس سوال کی ذمہ داری

بھی مرزا صاحب پر نہیں تھی۔ بلکہ مجھ پر تھی مگر میں نے جب پوچھا۔ تو آپ نے بڑی سختی سے روک دیا۔ کہ ایسے سوال کی میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ خدا ایسے طریق کو ناپسند کرتا ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے نسب میں بعض معیوب باتیں سمجھی جاتی تھیں۔ واللہ اعلم۔ جن کو وکیل اپنے سوال سے ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ مگر حضرت صاحب نے روک دیا اور دراصل حضرت صاحب اپنے ہاتھ سے کسی دشمن کی بھی ذلت نہیں چاہتے تھے۔ ہاں جب خدا کی طرف سے کسی کی ذلت کا سامان پیدا ہوتا تھا تو وہ ایک نشانِ الٰہی ہوتا تھا جسے آپ ظاہر فرماتے تھے۔'' (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۴۷-۲۴۸)

حضرت عرفانی صاحب اسی واقعہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ ''ایک دفعہ بعض عیسائی پادریوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اقدامِ قتل کا سراسر جھوٹا مقدمہ دائر کیا اور ان مسیحی پادریوں میں ڈاکٹر مارٹن کلارک پیش پیش تھے۔ مگر خدا نے عدالت پر آپ کی صداقت کھول دی اور آپ اس مقدمہ میں جس میں عیسائیوں کے ساتھ مل کر آریوں اور بعض غیر احمدی مخالفین نے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا کہ کسی طرح آپ سزا پا جائیں عزت کے ساتھ بری کئے گئے۔ جب عدالت نے اپنا فیصلہ سُنایا تو کیپٹن ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جو بعد میں کرنل کے عہدہ پر پہنچے نے آپ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک پر اس جھوٹی کارروائی کی وجہ سے مقدمہ چلائیں؟ اگر آپ مقدمہ چلانا چاہیں تو آپ کو اس کا قانونی حق ہے۔ آپ نے بلاتوقف فرمایا کہ مَیں کوئی مقدمہ کرنا نہیں چاہتا میرا مقدمہ آسمان پر ہے۔'' (سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ عرفانی صاحب صفحہ ۱۱۴)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو، ہمدردی کرو اور بلاتمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّ يَتِيمًا وَّ اَسِيرًا (الدھر:۹) وہ اسیر اور قیدی جو آتے تھے اکثر کفار ہی ہوتے تھے۔ اب دیکھ لو...... ہمدردی کی انتہا کیا ہے۔ میری رائے میں کامل اخلاقی تعلیم بجز (دین حق) کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ مجھے صحت ہو جاوے تو میں اخلاقی تعلیم پر ایک مستقل رسالہ لکھوں گا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرا منشاء ہے وہ ظاہر ہو جاوے اور وہ میری جماعت کے لئے ایک کامل تعلیم ہو اور ابتغاء مرضاتِ اللہ کی راہیں اس میں دکھائی جائیں۔ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ دیکھتا اور سنتا ہوں کہ کسی سے یہ سرزد ہوا اور کسی سے وہ، میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی۔ میں جماعت کو ابھی اس بچہ کی طرح پاتا ہوں جو دو قدم اٹھاتا ہے تو چار قدم گرتا ہے۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو کامل کر دے گا۔ اس لئے تم بھی کوشش، تدبیر، مجاہدہ اور دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کچھ بنتا ہی نہیں۔ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو وہ ساری راہیں کھول دیتا ہے۔'' (الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۴ کالم ۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جب تک دشمن کے لئے دُعا نہ کی جاوے پورے طور پر

باقی صفحہ ۲۱ پر

حضرت بانیؑ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور کسر صلیب

(قسط سوم-آخری)

تحریر: میاں عبدالقیوم صاحب ایم-اے، راولپنڈی

حضرت بانیؑ سلسلہ عالیہ احمدیہ "جنگ مقدس" میں فرماتے ہیں:-

"(اللہ جلشانہٗ) پھر بعد اس کے ایک اور دلیل پیش کرتا ہے وأُمه صِدّيقه یعنی والدہ حضرت مسیح راستباز تھی- یہ تو ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح کو اللہ جلشانہٗ کا حقیقی بیٹا فرض کرلیا جائے تو پھر یہ ضروری امر ہے کہ وہ دوسروں کی طرح ایسی والدہ کے اپنے تولد میں محتاج نہ ہوں جو بالاتفاق فریقین انسان تھی کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر ہے اور کھلی کھلی ہے کہ قانون قدرت اللہ جلشانہٗ اس طرح پر واقعہ ہے کہ ہر ایک جاندار کی اولاد اس کی نوع کے موافق ہوا کرتی ہے مثلاً دیکھو کہ جس قدر جانور ہیں مثلاً انسان اور گھوڑا اور گدھا اور ہر ایک پرندہ وہ اپنی اپنی نوع کے لحاظ سے وجود پذیر ہوتے ہیں- یہ تو نہیں ہوتا کہ انسان کسی پرندہ سے پیدا ہو جاوے یا پرندہ کسی انسان کے پیٹ سے نکلے-" (روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۹۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اصول یہ ہے کہ ہر نوع کی نسل اسی نوع کی ہوتی ہے- خدا تعالیٰ کا وہ قانون جو ہزاروں سالوں سے ہمیں نظر آرہا ہے یہی ہے کہ بندر کی نسل بندر- بلّی کی نسل بلّی- شیر چیتا بھیڑیا وغیرہ ان سب کی نسل ان جیسی ہی ہوتی ہے- یہ کبھی نہیں ہوا کہ ہاتھی کی نسل سے چوہا یا چوہے کی نسل سے باز پیدا ہو- یہ ایک تجربہ شدہ اور شائع متعارف قانون ہے اس لئے حضرت مریمؑ کی نسل ان ہی کی نوع کی ہونی چاہئے یعنی انسان، انسان والدہ کی نسل سے ہر صورت انسان ہی پیدا ہوتے ہیں- خدا نہیں پیدا ہو سکتے- پیدا ہونے کا مفہوم خدا کی ذات سے بالکل متغائر ہے- خدا تو کہتے ہی اس کو ہیں جو خود آ ہو یعنی پیدا ہوا نہ ہو- پیدا ہونے والی کا ہر صورت ایک خالق ہوگا اور وہ پیدا ہونے والا خدا نہیں ہو سکتا- اگر کہا جائے کہ خدا کے بیٹے کا خالق خود خدا ہے اس لئے وہ خدائی صفات کا حامل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح تو یہ ہر چیز کا خالق خود خدا ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہر ایک چیز خدا ہے- اس لئے حضرت مسیحؑ جو عام انسانوں کی طرح حضرت مریمؑ کے گھر پیدا ہوئے جس پر سب کا اتفاق ہے وہ محض انسان ہیں اور یہ دعویٰ کہ حضرت مسیحؑ حقیقی طور پر ابن اللہ ہیں کسی اصول کے مطابق صحیح نہیں اور جب وہ انسان ہیں تو تثلیث کا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے-

پھر ایک بہت ہی اہم اور بنیادی سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح نے جب دعویٰ کیا تو کیا آپ نے اپنے آنے کا مقصد یہ بتایا تھا کہ میں بنی آدم کے گناہوں کے کفارہ کے لئے صلیب پر چڑھنے کے لئے خدا باپ کی طرف سے فرمان لے کر آیا ہوں- باقی انبیاء جو بنی اسرائیل میں مبعوث ہوتے رہے وہ اپنا مقصد شریعت پر عمل کروانا اور لوگوں کو خدا کے قریب کرنا ہوتا تھا یہ مقصد سب میں مشترک نظر آتا ہے- اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ نے کیا اپنا مقصد یہی بتایا تھا یا کچھ اور تھا- اگر کچھ اور تھا تو

کیا آپ نے وہ مقصد لوگوں کے سامنے وضاحت سے اور بار بار پیش فرمایا تھا۔ چاروں اناجیل پڑھ جایئے ان میں تو کوئی ایسی خاص بات نظر نہیں آتی متی باب ۲ آیت ۶ میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح پر یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔ ''جو میری اُمت کی نگہبانی کرے گا۔'' پھر باب ۵ آیت ۱۷ میں لکھا ہے ''اس وقت یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔'' اس کے بعد حضرت مسیح عبادت خانوں میں تعلیم دیتے اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتے ایک پہاڑ پر چڑھ کر لوگوں کو تعلیم دینے لگ گئے۔ یہ تعلیم باب ۵، ۶، ۷ تک چلتی ہے۔ جس میں قریباً ۱۰۷ آیات ہیں۔ ان میں کہیں یہ ذکر نہیں ملتا کہ آپ تعلیم دینے اور اپنا نیک نمونہ دینے کے علاوہ کسی اور اہم مقصد کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آخر میں باب ۱۷ آیت ۹ میں حضرت مسیح حواریوں پر یہ انکشاف فرماتے ہیں۔ ''جب وہ پہاڑ پر سے اتر رہے تھے تو یسوع نے انہیں یہ حکم دیا کہ جب تک ابن آدم مردوں میں سے نہ جی اُٹھے جو کچھ تم نے دیکھا ہے کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔'' اس میں بھی آپ نسل انسانی کے گناہوں کا کفارہ دینے کے لئے مصلوب ہونے کی غرض سے مبعوث ہونے کا اشارۃً بھی ذکر نہیں فرماتے۔ اور یہی حال باقی تینوں اناجیل کا ہے۔

الغرض چاروں اناجیل میں حضرت مسیحؑ کی طرف منسوب اس دعویٰ کا کہیں ذکر نہیں ملتا کہ آدم اور حوا کے گناہ کے نتیجہ میں جو گناہ تمام نسل انسانی میں پھیل گیا تھا وہ نسل انسانی کی خاطر مصلوب ہو کر اس گناہ کا کفارہ بنیں گے۔ اگر بعد کے عیسائیوں نے خود یہ عقیدہ اختیار کر لیا ہے تو ہرگز یہ حضرت مسیحؑ کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا۔

اس بات کی مزید وضاحت کی ضرورت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہیں بھی صراحت سے خود یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ لوگوں کے گناہ کے کفارہ کے طور پر مصلوب ہوں گے اور کہ یہی ان کی بعثت کا مقصد وحید ہے۔ اناجیل کے لکھنے والے یا دوسرے حواری حضرت مسیحؑ کی طرف بعد میں یہ مقصد منسوب کر دیں تو یہ ان کا فعل ہے۔ جو خود حضرت مسیحؑ کا نہیں۔ اور جرأت کی بات یہ ہے کہ اس کے برعکس حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کی قربانی دینے سے بہت گھبراتے ہیں۔ متی باب ۲۶ آیت ۲۶ تا ۴۶ میں صاف یہ اقرار موجود ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب ہونے کے خیال سے غمگین اور بے قرار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کی مرنے کی نوبت پہنچ گئی۔ پھر خدا کے آگے دعا کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ تو بھی نہ جیسا میں چاہتا ہوں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے۔ ویسا ہی ہو۔ پھر فرماتے ہیں کہ روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے۔ اس حوالہ سے یہ بالکل واضح ہے کہ حضرت مسیحؑ کی اپنی مرضی یہ تھی کہ یہ پیالہ ٹل جائے اور خدا کی مرضی کچھ اور تھی۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کی اپنی مرضی یہ تھی کہ یہ پیالہ ان سے ٹل جائے اور خدا کی مرضی کچھ اور تھی۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کا نزول اس لئے تھا کہ آپ انسانوں کے گناہ کے کفارہ میں صلیب پر چڑھ جائیں تو اس وقت ان کی دعا یہ نہ ہوتی۔ بلکہ آپ خوش ہوتے اور خدا سے عرض کرتے کہ یہ موقعہ جلد سے جلد فراہم کیا جائے تا کہ میں اپنا مقصد وحید حاصل کر سکوں۔ اس موقعہ پر عیسائی صاحبان یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ انسان تھے اس لئے اس قدر شدید غم آپ پر طاری ہوا۔ یہ ہمیں تسلیم ہے تو پھر ماننا

پڑے گا کہ آپ کفارہ بھی نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ کفارہ کے لئے خدا کا حقیقی بیٹا شرط رکھ دیا گیا ہے۔ اور اگر آپ حقیقی طور پر ابن اللہ ہوتے تو خوشی سے صلیب پر چڑھ جاتے اور آپ کو تکلیف بھی کچھ نہ ہوتی۔ یہاں ایک مشکل اور ہے کہ ابن اللہ خدا کیا جسم رکھتا تھا؟ اگر وہ جسم رکھتا تھا تو وہ ابن اللہ خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ خدا کا ظاہری جسم نہیں ہے۔

اسی طرح دیگر اناجیل میں یہی ذکر ہے کہ آپ اس متوقع امتحان سے اس قدر پریشان اور غمگین تھے کہ خدا سے اس پیالہ کے ٹل جانے کی دعا اس اضطراب سے کر رہے تھے جیسے آپ کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت مسیحؑ کی اپنی مرضی ہرگز ہرگز کفارہ کے طور پر صلیب پر لٹک جانے کی نہیں تھی۔ ہاں یہ خدا کی مرضی تھی اور خدا بہر حال خدا ہے اس نے اپنی مرضی پوری کی۔

قابل غور بات ہے کہ ان حوالوں سے یہ کہاں سے نکل آیا کہ حضرت مسیحؑ کا دنیا میں آنے کا مقصد وحید نسلِ انسانی کے گناہ کے بدلے صلیب پر لٹک جانا تھا۔ پھر یہ کون سی عقل ہے اور کون سی منطق اور کونسا فلسفہ ہے کہ گناہ جو تمام نسل انسانی کے خون میں ہے ان تمام گناہوں کے کفارہ کے لئے ایک بے گناہ کو ذلت اور سخت ترین اذیت دی جائے خاص طور پر جبکہ وہ بے گناہ اس ذلت اور موت سے بچنے کے لئے رحیم و کریم خدا کے آگے مضطربانہ طور پر خاک پر گرا ہوا ہے اور التجائیں کر رہا ہے۔ اگر ہم گنہگار انسانوں کے آگے کوئی بے گناہ اس طرح گرے تو کون ہے جو اس کی التجا کو نہ سنے۔ لیکن نعوذ باللہ عیسائیوں کا خدا ایسا سخت دل اور ظالم ہے کہ گنہگاروں کے بدلہ ایک بے گناہ کو ذلت اور دکھ کی موت دیتا ہے۔ اور وہ بیچارے اس بے گناہ کی تمام مضطربانہ التجائیں رد کر دیتا ہے۔

پھر اس واقعہ صلیب کو ایک اور زاویہ سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کا جو نقشہ اناجیل کھینچ رہی ہیں وہ اس طرح کا ہے کہ دل ہرگز قبول نہیں کرتا کہ خدا کے مقرب کی اتنی ابتہال سے کی گئی دعا ارحم الراحمین نے رد کر دی ہو۔ اگر ایسی دعائیں بھی رد ہونے لگیں تو پھر کون ہے جو کوئی دعا لے کر خدا کے آگے گرے۔ خدا کا دعا کو سننا ایک واہمہ بن جائے گا اور نسل انسانی مزید خدا سے دور ہو کر زیادہ گنہگار بن جائے گی لیکن ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:۔

''اسی طرح عیسیٰؑ نے ایک وقت میں تو یہ کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور دوسرے وقت بقول عیسائیوں کے شیطان کے پیچھے پیچھے پھرتا رہا۔ اگر اس میں حقیقی روشنی ہوتی تو یہ ابتلاء اس کو پیش نہ آتا۔ کیا شیطان خدا کی بھی آزمائش کر سکتا ہے۔ پس چونکہ عیسیٰؑ انسان تھا اس لئے انسانی آزمائشیں اس کو پیش آئیں۔ اور عیسیٰ کی دعاؤں میں بھی کوئی اقتدار نہ تھا۔ صرف انسان کی طرح جناب الٰہی میں عجز و نیاز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ باغ والی دعا میں اس قدر رویا کہ اس کے کپڑے آنسوؤں سے بھر گئے مگر باوجود اس کے عیسائی کہتے ہیں کہ پھر بھی وہ دعا قبول نہ ہوئی۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ قبول ہو گئی اور خدا نے اس کو صلیب سے بچا لیا اور صرف یونس کی طرح قبر میں داخل ہوا اور یونس کی طرح زندہ ہی داخل ہوا اور زندہ ہی نکلا۔ اس کا رونا

باقی صفحہ ۴۰ پر

خمسہ

در منقبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جس نے دیکھے نین متوالے ترے
مست و بے خود ہو نہ وہ تو کیا کرے
اک نظر جس پر پڑے کہتا پھرے
من ندیدم چوں تو ہرگز دلبرے
سر کشے عاشق کشے غارت گرے

وہ تجلی ہے تمہاری اے جناب
دونوں عالم جس نے کر ڈالے خراب
آدمی ہوں کس طرح لاؤں میں تاب
در زمین پنہاں بماند آفتاب
گر برائے ما بداد از منظرے

وہ بھی دن ہوگا کبھی عالی ہمم
میرے گھر تک آپ کے آئیں قدم
میں پکاروں شوق سے یہ دمبدم
من سرے دارم کہ در پایت کشم
تو کہ در خوبی نداری ہم سرے

(حضرت صاحبزادہ سراج الحق نعمانی ماخوذ از تذکرۃ المہدی صفحہ ۲۰۵)

معرفت الٰہی

تحریر: عبدالقدیر قمر صاحب

عرفان اور معرفت عربی کے لفظ ہیں جو علم کے مترادف ہیں مگر علم اور معرفت میں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ علم عموماً بغیر کوشش اور تدبیر کے بھی حاصل ہو جاتا ہے مگر عرفان غور اور فکر سے حاصل ہوتا ہے۔ علم عام ہے اور عرفان خاص۔ پس عرفان کے معنے یہ ہوئے کہ فکر، غور اور تدبر کے بعد انسان کو خدا تعالیٰ کی ہستی کا علم ہو اور وہ اپنے رب کو پہچان لے۔ اس طرح کہ خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کریں اور اس کی صفات کائنات پر حاوی ہیں اور ان صفات کا ظہور ہر چیز سے نمایاں ہے یا معرفت الٰہی کا مطلب خدا کی پہچان۔ عرفان الٰہی یا معرفت الٰہی کیسے حاصل ہو سکتا ہے اور اس کے حصول کے لئے کیا ذرائع ہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دنیا میں کوئی چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی بغیر محنت اور کوشش کے نہیں ملتی تو بغیر محنت اور مجاہدہ کیسے خدا تعالیٰ مل سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے بھی ضروری ہے کہ مجاہدات کئے جائیں جدوجہد کی جائے۔ سعی مسلسل اور قربانیوں سے عرفان الٰہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۔ یعنی جو ہمیں پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم انہیں اپنا راستہ دکھاتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا تعالیٰ کی ذات میں گم ہو گئے اور اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ اس کی محبت میں مستغرق تھے فرمایا وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی۔ کہ تو ہماری محبت کا متلاشی تھا تو ہم نے تجھے ہدایت و معرفت کا راستہ دکھایا۔

قرآن پاک میں بھی ارشاد الٰہی ہے۔ صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ۔ یعنی ہمیشہ صفات الٰہی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ صفات الٰہیہ کے پیدا ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ہم رنگ ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قرب اور معرفت بھی وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو صفات الٰہیہ کا مظہر بن کر اللہ تعالیٰ میں گم ہو جاتا ہے۔ آیت کا اگلا حصہ بہت قابل غور ہے کہ وَنَحْنُ لَہٗ عٰبِدُوْنَ (البقرہ: ۱۳۹) کہ ہم تو اپنے مولیٰ کے عابد ہیں۔ اور اگر انسان عبادت اس رنگ میں بجالائے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کَاَنَّکَ تَرَاہُ گویا خدا نظر آ رہا ہے۔ یا کم از کم یہ ہو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس سے روح کو بالیدگی ملے گی۔ خیالات کو پاکیزگی حاصل ہوگی اور معرفت الٰہی کی وہ منزل عطا ہوگی جہاں رضائے الٰہی سے لبریز جام پلائے جاتے ہیں۔

معرفت الٰہی کے تین طریقے! سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... نے معرفت الٰہی کے تین طریق بیان فرمائے ہیں۔

''اوّل۔ یہ کہ انسان دعا کرے۔ دوم۔ یہ کہ کوشش کرے ...... سوم۔ یہ کہ صحیح طریق سے کوشش کرے۔''

(انوار العلوم جلد ۴ صفحہ ۲۹۱)

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر ایک چیز کے حصول کے کچھ ذرائع ہوتے ہیں- جب تک ان ذرائع کو عمل میں نہ لایا جائے وہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی- اس لئے بے شک دعا بڑی چیز ہے- اس کی تاثیر آب و آتش سے بھی بڑھ کر ہے- مگر اس کے ساتھ بھی کچھ اور ذرائع کی ضرورت ہے- اور جب تک وہ نہ ہوں دعا قبول نہیں ہو سکتی- مثلاً ایک شخص بغیر امتحان کی تیاری کرنے کے محض دعا کرتا رہے کہ وہ کامیاب ہو جائے ہرگز نہ ہو گا- اسی طرح اگر کوئی شخص بغیر سواری پر سوار ہونے کے منزل پر پہنچنے کی تمنا محض دعا سے کرے تو بھی ناکام رہے گا سو معلوم ہوا کہ دعا ایسی صورت میں کام آتی ہے جب اس کے ساتھ عمل ہو-

معرفت الٰہی کوئی ایسی مادی چیز تو ہے نہیں کہ اسے لفظوں میں بیان کیا جا سکے- یا ایسی عمارت تو نہیں جسے ظاہری آنکھ سے دکھایا جا سکے- بلکہ اس کا تعلق تو روح سے ہے قلب سے ہے- اس لئے اسے روحانی طور پر نورانی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے- اور اس کا پتہ ان صفات سے لگایا جا سکتا ہے جن کا تذکرہ قرآن کریم میں کیا گیا ہے- اور اس کے لئے جدوجہد اور کوشش بھی اس طور پر کرنا ہو گی جیسے قرآن کریم نے بیان فرمایا اور صاحب قرآن حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا- سو معرفت الٰہی کے لئے خدا تعالیٰ کے ساتھ مشارکت اور مناسبت کا ہونا ضروری ہے- اور خدا کا عرفان اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ خدا سے مشارکت پیدا ہو جائے اور خدا کی صفات کا انسان مظہر بن جائے اور تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ سے مزین ہو جائے کہ خدا کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو- یہاں اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مراد یہ ہے کہ تم اس کی صفات میں رنگین ہو جاؤ- اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ انسان آسانی کے ساتھ خدا تعالیٰ سے لقا حاصل کر لے گا- خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا پیوند اور تعلق ہو جائے گا-

اب جس دل میں یہ خواہش پیدا ہو کہ وہ خدا کا ہم رنگ ہو جائے اور اخلاق الٰہیہ سے رنگین ہو جائے تو محض اس خواہش کا پیدا ہونا اُسے عرفان و قرب سے مزیّن نہیں کر سکتا- بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ اُسے کوئی ایسا ہادی اور رہنما میسّر آئے جو اُسے اس مقصد میں کامیابی کا طریق بتائے- اور اس کی ان مشکلات کو دور کرے جو سدِّ راہ بن رہی ہیں- ہم انتہائی خوش قسمت ہیں کہ ہمیں وہ ہادی و راہنما میسّر ہے- جس نے ہمارے لئے معرفت کی ہر راہ کھولی اور وہ وجود آقائے نامدار سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں-

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

<u>صفات الٰہیہ کیسے پیدا ہوں!</u> اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ..... فرماتے ہیں-

''عرفان الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ اخلاق الٰہیہ اپنے اندر پیدا کرنا ہے- اور صفات الٰہیہ اس وقت تک انسان کے اندر پیدا نہیں ہو سکتیں جب تک انسان کا قلب بدیوں سے صاف نہ ہو-'' (انوار العلوم جلد ۴ صفحہ ۲۹۸)

گناہ سے بچنے کا راز! انسان کو جس قدر خدا تعالیٰ کی سطوت اور اس کے اقتدار کا علم ہوگا اور جس قدر یقین ہوگا کہ اس کی نافرمانی کرنے کی سخت سزا ہے اسی قدر حکم عدولی - نافرمانی اور گناہ سے بچنے کی کوشش کرے گا - حضرت اقدس فرماتے ہیں :-

''اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی عظمت اور جبروت کا رعب اور خوف ہی دو ایسی چیزیں ہیں جن سے گناہ جل جاتے ہیں - اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جن اشیاء سے ڈرتا ہے، پرہیز کرتا ہے - مثلاً جانتا ہے کہ آگ جلا دیتی ہے اس لئے آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتا - یا مثلاً اگر یہ علم ہو کہ فلاں جگہ سانپ ہے تو اس راستہ سے نہیں گزرے گا - اسی طرح اگر یہ یقین ہو جاوے کہ گناہ کا زہر اس کو ہلاک کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت سے ڈرے اور اس کو یقین ہو کہ وہ گناہ کو ناپسند کرتا ہے اور گناہ پر سخت سزا دیتا ہے تو اس کو گناہ پر دلیری اور جرأت نہ ہو - زمین پر پھر اس طرح چلتا ہے جیسے مُردہ چلتا ہے اس کی روح ہر وقت خدا تعالیٰ کے پاس ہوتی ہے - یہ امور ہیں جو ہم اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ان کی ہی اشاعت ہمارا مقصود -'' (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۴۰۲)

چند خوش نصیب احباب نے حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت کی تو آپ نے انہیں گناہ دور کرنے کا طریق بتاتے ہوئے فرمایا :-

''یاد رکھو کہ ہر گناہ اور بدی نری اپنی کوشش سے دور نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اس کے شامل حال نہ ہو - پس اس کے واسطے ضرورت ہے کہ گناہوں کے ترک کرنے کے لئے اس قدر تدبیر کرے جو تدبیر کا حق ہے - اور اس قدر دعا کرے جو دعا کا حق ہے - تدبیر کے لئے چاہئے کہ گناہوں کو یاد رکھے کہ فلاں فلاں بات گناہ کی ہے - اس سے بچنے کی کوشش کرو - رات دن بدیوں کو دور کرنے کی فکر میں لگے رہو - اور ان اسباب پر غور کرو جو ان بدیوں کا باعث ہوتے ہیں - اگر ان بدیوں کا موجب بدصحبت ہے تو اس صحبت کو چھوڑ دو - اور اگر خُلق بد اس کا باعث ہے تو اس خُلق کو چھوڑ دو - ہر ایک چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے اور اسے چھوڑ نہیں سکتا جب تک کہ اس سبب کو نہ چھوڑے - ہاں یہ بھی سچ ہے کہ بعض وقت انسان ان اسباب اور وجوہ کو چھوڑنا چاہتا ہے لیکن وہ عاجز ہو جاتا ہے اور اسے چھوڑنا چاہتا ہے مگر اس کے چھوڑنے پر قادر نہیں ہو سکتا - ایسی صورت میں دعا سے کام لینا چاہئے - اور خدا تعالیٰ سے توفیق مانگے تا وہ اسے اس گناہ کی زندگی سے رہائی دے -''

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۶۱۵ - ۶۱۶)

تزکیہ نفس! معرفت الٰہی کے حصول کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ انسان گناہوں سے بچے اور بدیوں سے اپنے دامن کو بچائے وہاں اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ برے خیالات سے بھی بچے - اور ہمہ وقت اپنے دل کو صیقل کرنے کی کوشش کرتا رہے - اور برے اور ناپاک خیالات کو دل سے دور کرتا رہے - اور قرآنی حکم اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ کہ نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں کے مطابق حسنات سے اپنے دامن کو سجائے - نیکیوں کو اختیار کرے - اور اس مقام تک پہنچ جائے جو مقام احسان ہے - جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں -

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (صحیح بخاری کتاب الایمان)

کہ خدا تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا اسے دیکھ رہے ہو - اور اگر یہ حالت پیدا نہ ہو تو کم سے کم یہ حالت ہو کہ

تجھے یقین ہو کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ اور پھر ان حسنات اور عبادات کو نوافل کے ذریعے اس مقام تک پہنچا دے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ نوافل کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کا اتنا مقرب بن جاتا ہے کہ خدا اس کے ہاتھ، اس کے پاؤں، اس کی زبان ہو جاتا ہے۔ (بخاری کتاب الرقائق باب التواضع) گویا یہاں پہنچ کر ایک انسان معرفت الٰہی اور عرفان الٰہی کی چوٹی پر ہوتا ہے۔ کہ خدا کی قدرتوں، رحمتوں اور برکتوں اور انوار و اکرام کا وہ مورد ہو جاتا ہے۔

حقیقی معرفت کا ثمر! جس شخص کو خدا تعالیٰ کا حقیقی اور سچا عرفان عطا ہو جاتا ہے تو وہ اس کی زندگی کو مطہر و پاک بنا دیتا ہے۔ کیونکہ انسان گناہوں کے اندھیرے میں اس وقت تک ہی ٹکریں کھاتا ہے جب تک اسے ذات باری تعالیٰ کا سچا عرفان حاصل نہیں ہوتا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں جس قدر کوئی کسی سے خوف کرتا ہے یا کسی کی طرف رغبت کرتا ہے وہ معرفت کا ثمرہ ہوتا ہے۔ دیکھو اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ اس سوراخ میں سانپ ہے تو وہ کبھی اس میں ہاتھ نہیں ڈالتا بلکہ رات کے وقت اس مکان میں بھی داخل نہ ہوگا۔ ایسا ہی اگر معلوم ہو کہ یہاں ایک خزانہ مخفی ہے تو اس کی طرف التفات پیدا ہوگی۔ اندھیرے میں اگر ایک چیز کو بکرا سمجھتا ہے پاس کھڑا رہے گا۔ لیکن یونہی جب یہ خیال ہوگا کہ وہ شیر ہے پھر وہاں نہیں رہ سکتا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کی محبت اور خوف معرفت سے پیدا ہوتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی آدمی دانستہ زہر نہیں کھا سکتا۔ سنکھیا خواہ شہد میں بھی ملا ہوا ہو پھر بھی کوئی اسے نہیں کھائے گا۔ کیونکہ جانتا ہے کہ اس کو ہلاک کرنے والی زہر ہے۔ لیکن اسی طرح پر گناہ بھی ایک زہر ہے جو انسان کی روح کو ہلاک کرتا ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان رکھتا ہے تو پھر بڑی دلیری اور جرأت سے گناہ کیوں کرتا ہے۔ اگر اسے یہ معرفت ہو کہ کوئی محاسب بھی ہے تو اس قدر دلیری نہ کرے۔ یہ دلیری اور جرأت عدم معرفت کا نتیجہ اور ثمر ہے۔ غرض (دین حق) اور دوسرے مذاہب میں جو امتیاز ہے وہ یہی ہے کہ (دین حق) حقیقی معرفت عطا کرتا ہے۔ جس سے انسان کی گناہ آلود زندگی پر موت آ جاتی ہے۔ اور پھر اسے ایک نئی زندگی عطا کی جاتی ہے جو بہشتی زندگی ہوتی ہے۔'' (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۴۳-۳۴۴)

بقیہ از صفحہ ۱۳:۔

سینہ صاف نہیں ہوتا...... حضرت عمرؓ اسی سے مسلمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے اکثر دعا کیا کرتے تھے...... شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دو تین مرتبہ دعا نہ کی ہو۔ ایک بھی ایسا نہیں اور یہی مَیں تمہیں کہتا ہوں...... پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تمہیں چاہئے کہ تم ایسی قوم بنو جس کی نسبت آیا ہے فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ۔ یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کا ہم پلہ جلیس اور ان کے ساتھ ملنے جلنے والا بد بخت نہیں ہوتا۔

(ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ ۶۸-۶۹)

○

بہارِ ہستی میں ہم تو جیسے کھِلا کئے ہیں کھِلا کریں گے
جو مٹنے والے ہیں اس چمن میں مٹا کئے ہیں، مٹا کریں گے

وُہ اور ہوں گے جو سیلِ دریا میں ڈُوب مَرنے کی ٹھان بیٹھے
ہم ایسی مَوجوں کی کشمکشِ میں بڑھا کئے ہیں، بڑھا کریں گے

ہزار شعلے کرے فراہم، یہ دَہر برق و شرار بن کر
ہمارے اَشکوں سے جو بھی اُلجھے بُجھا کئے ہیں بُجھا کریں گے

ہمیں زمانے میں کیا ڈرائیں گی، خارزاروں کی تیز نوکیں
ہم ایسی راہوں پہ مُسکرا کر چلا کئے ہیں چلا کریں گے

عدُو جو چاہے تو آزمالے، یہ دل پڑا ہے یہ جاں پڑی ہے
کہ ہم فنا کا شکار ہو کر جِیا کئے ہیں جِیا کریں گے

ازَل سے اہلِ جنوں کی باتیں اگرچہ مصلحؔ ہیں بارِ محفل
مگر جو دل میں کھٹک رہی ہے کہا کئے ہیں کہا کریں گے

مولانا مصلحؔ الدین مرحوم راجیکی

ملکی استحکام وترقی کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے چند اہم ارشادات

از: جاوید احمد جاوید صاحب

۱۴/اگست ۱۹۴۷ء وہ تاریخی دن ہے جب ہمارا ملک پاکستان بڑی قربانیوں کے بعد وجود میں آیا- اس نئی مملکت کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے اور دنیا کے دیگر ملکوں کے شانہ بہ شانہ ترقی کرنے کے لئے ہر قسم کے ماہرین کی ضرورت تھی- اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی) امام جماعت احمدیہ نے اپنی خداداد ذہانت سے اس نوزائیدہ مملکت کی مضبوطی اور ترقی کی دوڑ میں آگے بڑھنے کے لئے حکومت وقت کو نہایت مفید تجاویز دیں- جو آج بھی اسی طرح مفید ہیں جس طرح کل تھیں اور انہیں مشعل راہ بنا کر روشن پاکستان کی تمنا پوری ہوسکتی ہے-

○ ہمارے پیارے ملک میں قدرتی جڑی بوٹیاں کثرت سے پائی جاتی ہیں- جو ادویات کی تیاری کے کام آتی ہیں- ملک کی اس دولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ

''...... جڑی بوٹیاں کامل سائنٹیفک تحقیقات سے محروم ہیں- اور ہزاروں ہزار مفید ادویہ اور کیمیاوی اجزاء ان میں مخفی پڑے ہوئے ہیں ...... اب پاکستان ایک آزاد ملک ہے اور اس کے لئے موقعہ ہے کہ اپنی نباتی دولت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائے- اگر ایک محکمہ بنا دیا جائے جو جڑی بوٹیوں کے الکلائیڈ اور دوسرے کیمیاوی اجزاء دریافت کرے تو تھوڑے ہی عرصہ میں بیسیوں کئی دوائیں پاکستان میں ایجاد ہو جائیں گی جو دنیا کی ساری منڈیوں میں اچھی قیمت پر بک سکیں گی ...... بعض جڑی بوٹیاں طبی طور پر اتنی مفید ہیں کہ انگریزی دوائیں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتیں ...... اگر الکلائیڈ اور دوسرے فعال اجزاء نکال لئے جائیں یا ایکسٹریکٹ بنائے جائیں تو یقیناً نہ صرف طب میں ایک مفید اضافہ ہوگا- بلکہ پاکستان کی دولت میں بھی ایک عظیم اضافہ ہوگا-'' (روزنامہ الفضل ۹/دسمبر ۱۹۴۷ء)

○ سوختنی لکڑی ایک بنیادی انسانی ضرورت ہے- اس کے مہیا کرنے کے لئے آپ نے ایک جامع اسکیم حکومت کے سامنے رکھی- آپ نے فرمایا-

''پاکستانی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسا انتظام کرے کہ سوختنی لکڑی کثرت سے تمام دیہات اور قصبات میں مل سکے- اتنی کثرت سے کہ زمینداروں کو جلانے کے لئے اوپلوں کی ضرورت پیش نہ آئے- میرے نزدیک پاکستانی حکومت کو پانچ پانچ چھ چھ گاؤں کا ایک یونٹ بنا کر ان کی ایک پنچائت بنا دینی چاہئے- جو اقتصادی اور صحت انسانی کے قیام کی ضرورتوں کے مہیا کرنے کی ذمہ دار ہو- ان گاؤں کے درمیان ایک حصہ درختوں کے لگانے کے لئے مخصوص کر دیا جائے یہ درخت تعمیری کاموں کے لئے مخصوص ہوں ...... ہر گاؤں میں حکومت اتنے درخت سوختنی لکڑی کے لگوائے جو اس گاؤں کی ضرورت کو پورا کر سکیں اور ان پنچائتوں کا فرض ہو کہ وہ دیکھتی رہیں کہ ہر گاؤں مقررہ تعداد درخت کی لگا تا رہتا ہے- اگر یہ انتظام جاری کیا

جائے تو یقیناً سوختنی لکڑی کا سوال حل ہو جائے گا۔ اور گوبر کھاد کے لئے بچ جائے گا۔ جس سے ملک کی زراعت کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ ہر ایسے قصبہ کے لئے جس کی آبادی دس ہزار سے زیادہ ہو قصبہ سے کچھ فاصلہ پر ڈسٹرکٹ بورڈوں کی نگرانی میں سوختنی لکڑی کی رکھیں بنوانی چاہئیں۔ بلکہ میرے نزدیک تو جس طرح ڈسٹرکٹ بورڈ مقرر ہیں۔ اسی طرح ہر ضلع میں اس کی میونسپل کمیٹیوں کا ایک مشترکہ بورڈ ہونا چاہئے۔ جس کے سپرد اس قسم کے رفاہ عام کے کاموں کی نگرانی ہو...... پچاس ہزار سے اُوپر کے جو شہر ہوں اُن کے لئے سوختنی کے رکھ بنانا صوبہ داری حکومت کا فرض ہو۔......'' (الفضل ۹ردسمبر ۱۹۴۷ء)

○ پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ اور نہروں کا ایک بڑا نظام یہاں جاری ہے۔ اور ان پر ملک کی زراعت کا زیادہ تر انحصار ہے۔ ان کی حفاظت اور ملک کی اقتصادی ترقی کے لئے آپ نے بہت قیمتی تجاویز دیں۔ ان پر تبصرہ کرتے ہوئے اس وقت کے مشہور اخبار روزنامہ زمیندار نے تحریر کیا:۔

''مرزا صاحب نے زراعت کے سلسلہ میں ذرائع آب پاشی خصوصاً نہروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پچاس سال کے بعد نہروں کے خراب ہو جانے کے باعث پاکستان کی زراعت کو سخت خطرہ ہے اور اس خطرے کے تدارک کے لئے سائنس کے اصولوں پر کام کرنے کے لئے اتنی دولت کی ضرورت ہے اور اتنے اخراجات کا احتمال ہے بصورت موجودہ ہماری حکومت جن کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ لیکن بیرونی سلطنتوں خصوصاً امریکہ سے قرضہ لینا ہماری آزادی کے لئے زبردست خطرے کا باعث ہوگا۔ لہٰذا اس کا علاج صرف یہ ہے کہ بیرونی کمپنیوں کو پاکستان میں سرمایہ لگانے کی مشروط اجازت دی جائے ان فرموں کو چالیس فیصدی حصے دیئے جائیں اور چالیس فیصدی حکومت پاکستان دے۔ باقی بیس فیصدی حصوں کے مالک پاکستان کے عوام ہوں اس سلسلہ میں فرموں سے یہ شرط بھی کی جائے کہ وہ ہمارے حصہ دار کو ساتھ ساتھ ٹریننگ دیں گے۔'' (زمیندار ۱۰ردسمبر ۱۹۴۷ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد چہارم صفحہ ۲۹۷۔۲۹۸)

○ پاکستان میں موجود ہر قسم کی دولت سے فائدہ اُٹھانے کی طرف حضرت امام جماعت احمدیہ نے رہنمائی فرمائی۔ اس سلسلہ میں ایک نہایت اہم دولت کی طرف حکومت وقت کو توجہ دلائی کہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ آپ نے فرمایا:۔

''کسی ملک کی معنوی دولت ہی اس کی اصل قوت ہوا کرتی ہے۔ باقی سب چیزیں اس کے مقابل پر ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر پاکستان کا ہر نوجوان عقل سے کام لے، دماغ پر زور دے اور یہ اقرار کرے کہ میں نے اپنی تمام قوتیں ملک و ملت کے لئے وقف کر دی ہیں تو یقیناً ہماری ساری ضروریات پوری ہوسکتی ہیں اور ہم ملک کا اتنا اچھا دفاع کر سکتے ہیں کہ توپیں اور ہوائی جہاز اس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتے۔'' (روزنامہ الفضل ۱۱رجنوری ۱۹۴۸ء)

آپ نے اس معنوی دولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز بیان فرمائیں:۔

(۱) ''پاکستان میں ہر مسلمان کے لئے قرآن مجید کا ترجمہ جاننا لازمی قرار دیا جائے۔ (۲) مادری زبان میں تعلیم دی جائے اس سلسلہ میں مشرقی پاکستان پر زور نہ دیا جائے کہ وہ ضرور اُردو کو ذریعہ تعلیم بنائے ورنہ وہ پاکستان سے علیحدہ ہو

جائے گا- کیونکہ وہاں کے باشندوں کو بنگالی زبان سے ایک قسم کا عشق ہے-(۳) اُردو زبان کو لینگوا فرینکا قرار دیا جائے...... غالب، مومن اور داغ کے گھرانوں میں جو اعلیٰ اور شیریں اُردو رائج ہے- اس کے تحفظ کے لئے دہلی کے مہاجرین کی ایک علیحدہ بستی آباد کی جائے- ورنہ اب خاندان منتشر ہو رہے ہیں- اور آہستہ آہستہ ان کی زبان ناپید ہو جائے گی-'' (ایضاً)

○ سمندری حدود کی حفاظت کے لئے اور بین الاقوامی تعلقات کے حوالہ سے بھی آپ نے حکومت وقت کو مفید مشورے دیئے- بحریہ کے حوالہ سے آپ نے جہاں دفاعی سامان ضرورت کے مطابق خریدنے کا مشورہ دیا وہاں ضروری تربیتی اداروں کے قیام کی طرف بھی توجہ دلائی- چنانچہ آپ نے فرمایا-

''بحری جہازوں میں کام کرنے کی ٹریننگ کے لئے کراچی میں دو سکول موجود ہیں- ایک چھوٹے بچوں کے لئے اور ایک نوجوانوں کے لئے لیکن تارپیڈو کا کام سکھلانے اور مکینیکل ٹریننگ کے لئے کوئی سکول موجود نہیں ہے- یہ سکول فوری طور پر قائم ہو جانے چاہئیں-...... تجارتی بیڑہ قائم کرنا بھی بہت ضروری ہے- کیونکہ اس وقت تمام بحری تجارتی کمپنیاں غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہیں...... مسلمان نوجوانوں کو بحری ملازمتیں کرنے اور سمندری سفر کرنے کا اپنے دلوں میں شوق پیدا کرنا چاہئے، پاکستان کی یونیورسٹی کو بحری ٹریننگ کے لئے کلبیں قائم کرنا چاہئیں کیونکہ درحقیقت بغیر سمندری طاقت کے صحیح معنوں میں آزادی مل ہی نہیں سکتی......''

(سوانح فضل عمر جلد چہارم صفحہ ۳۰۱)

○ بین الاقوامی تعلقات کن ملکوں سے کیسے رکھے جائیں- یہ باب بھی ملکی بقا اور ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے- اس حوالہ سے بھی آپ نے حکومت وقت کو اہم تجاویز دیں اور مندرجہ ذیل امور پر خاص زور دیا:-

(۱) پاکستان کو اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہئے جس سے اس کے ہندوستان سے تعلقات خراب ہوں- اسے اپنی طرف سے صلح کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے- لیکن یہ صلح باعزت ہو نہ کہ ہتھیار ڈالنے کے مترادف (۲) برطانیہ اور امریکہ سے بھی خوشگوار تعلقات رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے-(۳) روس سے متعلق بھی امن پسندانہ رویہ رکھنا چاہئے- اور اپنی طرف سے کوئی وجہ اشتعال پیدا نہ ہونے دینی چاہئے-(۴) عرب ممالک کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دوستانہ تعلقات قائم کرنے چاہئیں-(۵) عراق اور شام کے ساتھ ریل کے ذریعہ پاکستان کا اتصال قائم کرنا ضروری ہے- تا کہ ضرورت پر ان ممالک کے ذریعہ سامان آ سکے-(۶) سپین، ارجنٹائن، جاپان، آسٹریلیا، ابی سینیا اور ایسٹ افریقہ سے بھی دوستانہ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے- یہ ممالک اپنے اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے بہت سے سیاسی فوائد کا موجب بن سکتے ہیں-''

(روزنامہ الفضل ۱۱ر جنوری ۱۹۴۸ء)

یہ تجاویز اتنی اہم ہیں کہ ان میں سے بعض پر عمل نہ کرنے سے ہم ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں- بلکہ بہت کچھ نقصان بھی اُٹھا چکے ہیں- وقت گذرنے کے ساتھ اگرچہ بعض تجاویز غیر موثر ہو جاتی ہیں- تاہم ان پر عمل آج بھی ملک کی مضبوطی اور استحکام کا موجب ہے کہ ایک عظیم وجود کے مُنہ سے نکلی ہوئی یہ تجاویز یقیناً مفید ہیں-

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور چوہدری محمد ظفراللہ خان

از: مرزا خلیل احمد قمر صاحب

چوہدری سر ظفراللہ خان صاحب کا بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح سے تعلق صرف قیام پاکستان سے شروع نہیں ہوا تھا- بلکہ اس سے بیس سال قبل جب چوہدری صاحب پنجاب کونسل کے ممبر منتخب ہوئے تھے اور جس طرح چوہدری صاحب نے مسلمانانِ پنجاب کی بے لوث اور شاندار خدمات سرانجام دیں پھر اسی دوران چوہدری صاحب انگلستان تشریف لے گئے اور وہاں مسلمانانِ ہند کے حقوق کو مدلل طور پر برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران اور سیاستدانوں کے سامنے پیش کیا-

قائداعظم چوہدری صاحب کی اس مساعی سے مکمل طور پر آگاہ تھے- علامہ اقبال کی مسلم لیگ کی صدارت کے اگلے سال چوہدری صاحب ہی مسلم لیگ کے صدر تھے- پھر جس طرح مسلم لیگ کو مسلمانوں کی جماعت بنانے اور دونوں مسلم لیگوں جناح اور شفیع لیگ کو پھر سے یکجا کرنے میں کوشاں رہے- اور اس سلسلہ میں چوہدری صاحب کی کارکردگی سے قائداعظم پوری طرح واقف تھے- پھر گول میز کانفرنسز کے دوران ان کو ایک دوسرے کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا اور ایک دوسرے کو جاننے کے مواقع میسر آئے- جب چوہدری صاحب وائسرائے کونسل میں قانون تجارت فنانس اور ریلوے کے وزیر تھے اسمبلی کی کارروائی میں حصہ لیتے تھے- قائداعظم بھی مرکزی اسمبلی کے نمایاں ممبر تھے اس دوران چوہدری صاحب کا قائداعظم سے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہا- چوہدری صاحب کو ممبران کے سوالات کے جوابات بھی دینے کے مواقع میسر آتے رہے- جس سے قائداعظم چوہدری صاحب رکردگی معاملہ فہمی اور ذہانت سے پوری طرح آگاہ تھے - ہندوستان اور برطانیہ کے درمیان تجارتی معاہدہ کے سلسلہ میں ایک وفد چوہدری صاحب کی سربراہی میں انگلستان گیا تو نوابزادہ لیاقت علی خان صاحب بھی اس وفد کے ممبر تھے- اس معاہدہ کو بعد میں ''اٹاوہ پیکٹ'' کا نام دیا گیا ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں اس معاہدہ پر بحث کرتے ہوئے قائداعظم نے چوہدری صاحب کی مساعی کو سراہتے ہوئے فرمایا!

''میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے آنریبل سر ظفراللہ خان کو ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں-..........

اور یوں کہنا چاہیئے کہ مَیں گویا اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں مختلف حلقوں نے انہیں جو مبارک باد دی ہے مَیں اس کی تائید کرتا ہوں-''

(ہماری قومی جدوجہد صفحہ (۲۱۸) ہر چہار حصص از عاشق حسین بٹالوی شائع کردہ سنگ میل پبل کیشنز لاہور ۱۹۹۶ء)

۱۹۳۹ء میں جب ہندوؤں کے ناروا سلوک سے مسلمانوں میں الگ وطن کی تحریک مقبولیت حاصل کرتی جارہی تھی- تو بعض ہندو اور انگریز مسلمانوں کے اس مطالبہ سے خائف تھے- اور بعض اس مطالبہ کو ایک ناقابل عمل مطالبہ قرار دے کر مسترد کرنے کے حق میں تھے- ان حالات میں مسلم لیگ اپنے اجلاس لاہور منعقدہ ۲۱-۲۲-۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کا اعلان

کر چکی تھی-...... چوہدری صاحب نے مسلم لیگ کے مطالبہ الگ وطن پر مشتمل ایک خط کی صورت میں تفصیلی نوٹ تیار کیا-جس میں پہلی دفعہ الگ وطن کے مطالبہ کو تفصیلاً اور مدلل طور پر پیش کیا گیا- یہ نوٹ ۲۲ فروری ۱۹۴۰ء کو وزیر ہند لارڈ زٹلینڈ کو بھجوانے کیلئے وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو کو دیا-اس خط میں یہ بھی درج تھا اس نوٹ کی ایک نقل قائداعظم محمد علی جناح کو بھجوائی جارہی ہے-......

''ہندوستان کے مسلمان ایک واضح طور پر علیحدہ قوم ہیں-اور یہ کہ ان کے لئے واحد تسلی بخش قابل قبول آئینی مسائل کا حل یہ ہے کہ شمال مشرقی اور شمال مغربی فیڈریشنیں قائم کی جائیں اور یہ قطعی طور پر وہی مطالبہ تھا جو کہ چند دنوں کے بعد مسلم لیگ کی ۱۹۴۰ء کی قرارداد میں پیش کیا گیا دو قومی نظریہ اور شمال مشرقی اور شمال مغربی فیڈریشنوں کے قیام کا نظریہ جس تفصیل اور جس وضاحت سے میرے نوٹ میں پیش کیا گیا ہے یہ بات میرے ہم عصروں یا مجھ سے پہلے آنے والوں کی کسی دستاویز یا بیان میں قطعاً موجود نہیں تھا-''

(خط چوہدری محمد ظفر اللہ خان پاکستان ٹائمز لاہور ۱۳ فروری ۱۹۸۲ء)

چونکہ چوہدری صاحب قائداعظم اور مسلم لیگ کے مطالبہ سے مکمل طور پر آگاہ تھے اس لئے آپ نے اپنے اس خط میں قائد اور مسلم لیگ کے خیالات کی مکمل طور پر عکاسی کی-

چوہدری صاحب انڈین فیڈرل کورٹ کے جج تھے تو قائداعظم نے بطور جج بھی چوہدری صاحب کی قانونی مہارت کا مشاہدہ کیا تھا-عبوری حکومت ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ کی اجازت سے آپ کو ہندوستان کی نمائندگی کرتے ہوئے اقوام متحدہ کے دستور کی تیاری کا اعزاز حاصل ہوا-گویا پاکستان کے وجود میں آنے سے قبل ہی چوہدری صاحب کی بین الاقوامی امور میں مہارت تسلیم شدہ تھی-اس لئے قائداعظم نے آپ کو پنجاب بونڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کیلئے نامزد فرمایا! بونڈری کمیشن میں چوہدری صاحب نے جو عظیم الشان خدمات سرانجام دیں ان کو سراہتے ہوئے -تحریک پاکستان کے نامور صحافی اور نوائے وقت کے بانی ایڈیٹر جناب حمید نظامی نے لکھا!

''قائداعظم کی خواہش تھی کہ ظفر اللہ کمیشن کے سامنے ملت کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوں-اس لئے آپ نے بلا تامل یہ کام اپنے ذمہ لیا اور ایسی قابلیت سے سرانجام دیا کہ قائداعظم نے خوش ہوکر آپ کو یو-این-او میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر کردیا-جس طرح آپ نے ملت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپ کا نام پاکستان کے قابل احترام خادموں کی فہرست میں شامل ہو چکا تھا''

آپ نے ملک وملت کی جو شاندار خدمات سرانجام دیں تو قائداعظم انہیں حکومت پاکستان کے اس عہدے پر فائز کرنے پر تیار ہوگئے جو باعتبار منصب وزیراعظم کے بعد سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے قائداعظم نے چوہدری صاحب کو بلا تامل پاکستان کا وزیر خارجہ بنا دیا-''

(روزنامہ نوائے وقت ۲۴-اگست ۱۹۴۸ء)

قائداعظم نے چوہدری صاحب کو اقوام متحدہ سے پاکستان بلوایا تو امریکہ میں پاکستان کے سفیر جناب ایم-ایچ

اصفہانی نے اپنے خط محررہ ۱۵-اکتوبر ۱۹۴۷ء میں قائداعظم کو لکھا!

''سر ظفر اللہ نے فلسطین کے مسئلہ پر اقوام متحدہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے-اسی طرح وہ پاکستان کو صف اول میں لے آئے ہیں......ان کا کام ابھی تو شروع ہوا ہے وہ چلے گئے تو ہم یہاں رفاقت اور راہنمائی سے محروم رہ جائیں گے-''

قائداعظم نے اس خط کے جواب میں اصفہانی کے نام اپنے خط محررہ ۲۲-اکتوبر ۱۹۴۷ء میں لکھا!

''جہاں تک ظفر اللہ کا تعلق ہے-ہم یہ نہیں چاہتے کہ وہ اپنا کام چھوڑ کر آجائیں اور جہاں ان کی ضرورت ہے اس کام کو ادھورا چھوڑ دیں اور مجھے یقین ہے کہ انہوں نے میری طرف سے یہ بات آپ تک پہنچا دی ہوگی لیکن بات یہ ہے کہ ہمارے پاس اہل افراد کی بہت کمی ہے خصوصاً ان جیسے مرتبہ مقام کے آدمیوں کی تو بہت ہی کمی ہے اور اس لئے ہوتا یہی ہے کہ جب بھی کوئی اہم مسئلہ حل کرنا ہوتا ہے تو ہماری نظریں لامحالہ ان کی طرف ہی اٹھتی ہیں-''

چوہدری صاحب کی قابلیت مہارت کو دیکھتے ہوئے قائداعظم نے آپ کو ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر فرمایا-سول اینڈ ملٹری گزٹ نے قائداعظم کے حوالے سے لکھا!

''یہ ایک کھلا راز ہے ظفر اللہ خان نے اس عہدہ (وزارت خارجہ) کو قبول کرنے میں بڑی ہچکچاہٹ ظاہر کی-''

قائداعظم کی پیشکش کے جواب میں آپ نے کہا کہ

''اگر آپ کو میری قابلیت اور دیانت پر پورا اعتماد ہے تو میں وزارت کے علاوہ کسی اور صورت میں پاکستان کی خدمت کرنے کو تیار ہوں-''

اس پر قائداعظم نے یہ تاریخی جواب دیا!

''آپ پہلے آدمی ہیں-جنھوں نے مجھ سے ایسے جذبات کا اظہار کیا ہے-مجھے پتہ ہے آپ عہدوں کے بھوکے نہیں ہیں-''

قائداعظم کا یہ جواب چوہدری صاحب کی قابلیت اور راستبازی کا ایک روشن ثبوت ہے-

(سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور ۱۲-اگست ۱۹۵۲ء)

چوہدری صاحب کے متعلق قائداعظم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

''ظفر اللہ کا دماغ خداوند کریم کا زبردست انعام ہے ظفر اللہ پاکستان کے ایک گوہر نایاب ہیں-''

(ہفت روزہ مسلم آواز کراچی ۱۵ جون ۱۹۵۲ء)

چوہدری صاحب نے قیام پاکستان سے قبل مسلمانان ہند کے سیاسی حقوق کیلئے جو جدوجہد کی اور خدمات سرانجام دیں اور قیام پاکستان کے بعد جس طرح آپ نے اقوام عالم میں پاکستان کا نام سربلند کیا اور مسئلہ فلسطین کو عالمی ادارہ یو-این-او میں جس مہارت اور مدلل طور پر پیش کیا برصغیر پاک و ہند اور عالم عرب نے آپ کی ان خدمات کو سراہتے ہوئے اپنے بچوں کا نام آپ کے نام پر ظفر اللہ خان رکھا کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے!

تبصرہ کتب

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ، مسلم ہندوستان اور انگریز

یہ کتاب "حضرت بانی سلسلہ احمدیہ، مسلم ہندوستان اور انگریز" ایک تاریخ اور ایک جائزہ ہے گذشتہ صدی کا۔ جناب جمیل احمد بٹ کی تصنیف ہے جو فضل عمر فاؤنڈیشن سے انعام یافتہ مقالہ ہے۔ نہایت دیدہ زیب ۴۴۰ صفحات ضخامت ہے۔ یہ کتاب سلسلہ کے لٹریچر میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

اصلیت اور حقیقت کو شناخت کر کے اس خوشخبری کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے۔ جو دینِ حق کے دجالی فتنہ کے استیصال سے منظر عام پر آئے ہیں۔

حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعف اُمت کے دَور میں جس امام الزمان اور مسیح دوراں کے ظہور کی خبر دی تھی اور جس کا فریضہ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ قرار دیا تھا۔ یہی وہ انیسویں صدی کا دور تھا جب حکومت کی سرپرستی میں عیسائی مشنری تثلیث کا پرچار کر رہے تھے۔ اور بڑے بلند بانگ دعووں سے صحرائے عرب کے سکوت کو پھلانگتے ہوئے عین حرم کعبہ پر اپنے تسلط کے خواب دیکھ رہے تھے۔ عیسائیت کے عین اسی عروج وشوکت دور میں حضرت امام الزّمان بانیؑ سلسلہ احمدیہ نے صلیبی مذہب کو دلائل و براہین کی رُو سے پاش پاش کیا اور اس صلیب کو توڑ دیا جو حضرت مسیح علیہ السلام کو نوع انسانی کے لئے کفارہ قرار دے رہی تھی۔ حضرت مسیحؑ کی طبعی وفات کے نقلی و عقلی دلائل قاطعہ سے صلیبی عقیدہ کا طلسم هَبَاءً مَنْثُورًا ہوا اور تثلیث کے بالمقابل خدا تعالیٰ کی سچی توحید چار دانگ عالم میں پھیلنے لگی۔

اس کتاب میں "جہاد کب اور کیسے؟ کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے" یہ واضح کیا گیا ہے کہ جن ذرائع کو مخالفین بروئے کار لاتے ہیں، وہ ذرائع اس کے مقابلہ کے لئے استعمال کئے جانے ضروری ہیں۔ قرآن کریم صلح اور امن کی تعلیم دیتا ہے۔ محبت اور سلامتی کا نظریہ پیش کرتا ہے۔ اس کی اشاعت جبر کو نہیں چاہتی اور کبھی انسانی ضمیر کے خلاف مذہب کو جبراً مسلط کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے نوع انسان کے سامنے محبت اور سلامتی کا پیغام ہی نتیجہ خیز ثابت ہوسکتا ہے۔ مصنف کا ان حقائق سے پردہ اٹھانا قابل ستائش ہے اور علمی طبقہ کے لئے ایک مفید کتاب ہے۔

ضروری تصحیح: امتحان سہ ماہی اوّل ۲۰۰۴ء میں پوزیشن دوم مکرم ملک محمود احمد اعوان آف ڈیرہ اسماعیل خاں نے حاصل کی ہے۔ غلطی سے گلشنِ اقبال کراچی شائع ہوا ہے۔ احباب درستی فرمالیں۔ (قائد تعلیم)

سیرالیون کی کچھ یادیں

از: مولانا محمد صدیق صاحب گورداسپوری

انسان اپنی زندگی میں بعض ایسے واقعات سے دوچار ہوتا ہے جن کو وہ زندگی بھر بھلا نہیں سکتا اور پھر جس رنگ میں خدا تعالیٰ اس کا سہارہ بنتا ہے انسان کی روح رحیم وکریم ہستی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتی ہے کچھ اسی قسم کے بعض حادثات خاکسار کو سیرالیون میں پیش آئے جن کا تذکرہ مختصراً درج ذیل ہے۔

○ ایک حادثہ دسمبر ۱۹۵۳ء میں پیش آیا جب میں پہلی بار سیرالیون گیا خاکسار کے ساتھ ایک اور دوست مولوی عبدالکریم صاحب ہلاپوری تھے اس وقت سیرالیون مشن کا ہیڈ کوارٹر بوشہر تھا اور مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب رائے ونڈی امیر ومربی انچارج تھے۔ آپ ۱۹۴۴ء میں سیرالیون تشریف لے گئے۔ ۱۹۵۴ء میں واپس پاکستان تشریف لائے۔ (آپ نے ۱۹۹۴ء میں وفات پائی) بو میں آپ کے ساتھ مکرم مولوی عبدالکریم صاحب ہلاپوری مرحوم تھے۔ فری ٹاؤن میں اس وقت مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل مرحوم تھے۔ خاکسار جب دسمبر ۱۹۵۲ء میں سیرالیون پہنچا تو مجھے باجے بو مشن میں بھجوا دیا گیا پھر شمالی صوبہ میں تقرر ہوا۔ دسمبر ۱۹۵۳ء میں جب جلسہ سالانہ کے ایام قریب آئے تو محترم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم میرے پاس آئے اور ہم نے بعض جماعتوں کے دورہ کا پروگرام بنایا کہ انہیں جلسہ سالانہ میں شرکت کی تحریک کی جائے چنانچہ ہم نے دو مقامات کا دورہ کر کے فری ٹاؤن جانے کا پروگرام بنایا۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۳ء کو فری ٹاؤن کے لئے روانہ ہوئے۔ قریباً چالیس میل پر ایک پہاڑی ہے جسے اوکرا ہل (Okra Hill) کہتے ہیں۔ جب اس پہاڑی پر چڑھ رہے تھے تو اچانک کار کا ایک پہیہ سڑک سے نیچے اتر گیا۔ یک دم کار الٹ گئی اور نیچے کی طرف لڑھکنے لگی اور ہم بھی الٹ پلٹ ہوتے رہے دو تین بار کار الٹی پھر ایک درخت کے ساتھ رک گئی خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور کار کے رکنے کا سامان پیدا فرما دیا اور ہماری حالت یہ تھی کہ جب کار رکی تو اس کا اوپر کا حصہ نیچے تھا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم تو کار چلا رہے تھے سٹیرنگ ان کے ہاتھ میں تھا لہٰذا وہ بال بال بچ گئے خاکسار کو بھی اس وقت تک تو کوئی چوٹ نہ آئی تھی۔ جب کار رکی تو دروازہ کھل گیا اور میرا بایاں پاؤں باہر نکلا اور کار کے نیچے آ گیا مولوی عبدالکریم صاحب نے بہت کوشش کی کہ کار اٹھا کر میرا پاؤں نکالا جائے۔ مگر ان کی کوشش کامیاب نہ ہوئی۔ درد کی شدت سے میری حالت غیر ہونے لگی آخر مولوی عبدالکریم صاحب اوپر سڑک کی طرف گئے اور ایک کار کھڑی کی جس میں چند لبنانی دوست تھے وہ آئے اور ان کی کوشش سے کار کے نیچے سے پاؤں نکالا گیا۔ گو ظاہر طور پر تو کوئی زخم نہیں

آیا تھا مگر درد شدید تھا۔ اس حالت میں کار وہاں چھوڑی اور ان لبنانیوں کی کار میں فری ٹاؤن پہنچے وہاں مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل مرحوم کے ہاں قیام کیا صبح تک پاؤں کافی متورم ہو چکا تھا چنانچہ ہسپتال گئے ایکسرے لیا گیا تو معلوم ہوا کہ پاؤں کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر نے پاؤں سے لے کر گھٹنے تک پلستر لگا دیا جس سے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا چند یوم بعد ہم بو پہنچے مورخہ ۵ تا ۷ دسمبر ۱۹۵۳ء بو میں جماعت ہائے احمدیہ سیرالیون کی سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملک کے طول و عرض سے احمدی احباب نے شرکت کی۔ اس دوران پلستر خشک ہو جانے کی وجہ سے مجھے پاؤں میں درد محسوس ہونے لگی۔ بو ہسپتال میں ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے گئے ڈاکٹر نے پوچھا کہ پلستر کہاں سے لگوایا تھا جب اسے بتایا گیا کہ فری ٹاؤن سے تو اس نے کہا آپ وہاں ہی جائیں ہم یہاں کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم اس کے کمرہ سے باہر نکلے تو ایک جرمن ڈاکٹر مل گیا اس کو حقیقت حال بیان کی وہ کہنے لگا آپ فکر نہ کریں میں آپ کے لئے کچھ کرتا ہوں تھیٹر میں لے گیا اور پہلا پلستر اُتار کر نیا پلستر لگا دیا جس سے خاکسار کو بہت افاقہ ہو گیا ڈاکٹر خود مجھے مشن ہاؤس چھوڑ گیا۔ مشن کے پاس تو کوئی ٹرانسپورٹ نہیں تھی لہذا خدا تعالیٰ نے اس ڈاکٹر کے دل میں کچھ ایسی ہمدردی کے جذبات پیدا کئے کہ وہ خود ہی آ کر مشن ہاؤس سے مجھے لے جاتا اور پھر واپس مشن ہاؤس چھوڑ جاتا آخر ۱۳ جنوری ۱۹۵۴ء کو پلستر اتارا گیا۔ اور میں اپنے فرائض ادا کرنے کے قابل ہو گیا۔

○ ایک اور حادثہ میں خاکسار کے ساتھ میری اہلیہ اور بچے بھی تھے اور جس رنگ میں خدا تعالیٰ نے ہم سب کو اپنے فضل سے موت کے منہ سے بچایا وہ ایک معجزہ سے کم نہیں۔ سیرالیون میں جن مربیان کو دعوت الی اللہ کی توفیق ملی ان میں ایک چوہدری ناصر احمد صاحب بھی تھے۔ ۱۹۶۹ء میں وہ باجے بو مشن کے انچارج تھے انہیں کار کا حادثہ پیش آیا جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے حالت نازک تھی لہٰذا (انہیں کینما سے بذریعہ) ہوائی جہاز فری ٹاؤن لایا گیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کی جان بچ گئی اور صحت یاب ہو گئے جب وہ ہسپتال میں تھے تو ۱۳۔ اپریل ۱۹۶۹ء کو مع فیملی ان کی خیریت دریافت کرنے ہسپتال گیا وہاں سے ہم نماز مغرب کے لئے بیت الذکر کیلئے روانہ ہوئے خاکسار کار خود چلا رہا تھا اور اس میں خاکسار کی اہلیہ کے علاوہ چاروں بیٹے ساتھ تھے۔ محمد سعید میرے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا اور باقی افراد پیچھے تھے جب ہماری کار شہر میں ایک چوراہے پر پہنچی تو ایک طرف سے ایک تیز رفتار کار جس کو ایک لبنانی دوست چلا رہے تھے ہماری کار کے عین درمیان میں ٹکرائی وہ چونکہ بڑی تھی لہٰذا ہماری کار مکمل طور پر الٹ گئی اور اس کا ایک حصہ اندر دھنس گیا لوگ اکٹھے ہو گئے اور ہر ایک کا یہی خیال تھا کہ کار کے اندر کوئی زندہ نہیں بچا ہو گا مگر ہم سب خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے تھے اور کسی کو اس وقت تک کوئی خراش تک نہیں آئی تھی میں نے کوشش کر کے ایک شیشہ کھولا اور باہر نکل کر لوگوں کی مدد سے کار کو سیدھا کیا اور اہلیہ اور بچوں کو نکالا۔ محمد ناصر کو نکلتے وقت ہاتھ پر شیشہ سے زخم آ گیا جس سے خون بہنے لگا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کہ جب یہ حادثہ ہوا اس وقت تینوں بچے سیٹ کے اوپر پاؤں رکھے ہوئے تھے اگر ان کی ٹانگیں نیچے ہوتیں تو یقیناً ٹوٹ جاتیں کیونکہ کار اسی طرف سے آ کر ٹکرائی تھی

باقی صفحہ ۳۴ پر

بلا تبصرہ

''عظیم سائنس دان۔ پاکستان کا بیٹا''

از ریاض محمود باجوہ صاحب

محترمہ افضل توصیف صاحبہ اپنے کالم ''کڑوا سچ'' میں محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے متعلق لکھتی ہیں۔

''وہ پنجابی تھا۔ ڈاکٹر عبدالسلام، اس کے لوٹ جانے کے لئے کوئی پیچھے نہیں تھا۔ وہ یورپ چلا گیا۔ جہاں اسے دنیا کا سب سے اونچا اعزاز ملا، نوبل لاریٹ ان سائنس ملا۔ نوبیل لاریٹ کو اس اعزاز کے ساتھ دنیا کا شہری مان لیا جاتا ہے۔ جہاں چاہے رہے، مگر ڈاکٹر عبدالسلام اپنی مٹی میں لوٹ آنا چاہتا تھا، اپنے انعام اور علم دونوں کو پاکستان پر خرچ کرنا چاہتا تھا، مگر نہیں پاکستان میں اس وقت ملا اور مارشل لاء کی عملداری تھی، ایسے وقتوں میں علم، ادب، سائنس اور ثقافت کے کوئی معنی سٹیٹ ڈکشنری میں لکھے ہوئے نہیں ملتے، یہ معنی صرف جمہوریت اور سوشلسٹ انقلابوں کے ادوار میں اجاگر ہوتے ہیں، جب انسانی اور عوامی قدریں سماج میں احترام پاتی ہیں۔

دنیا کا وہ عظیم سائنس دان پاکستان کا بیٹا تھا، مگر پاکستان میں اسے مجرم گردانا جا رہا تھا، کیونکہ اسے یہاں کی ایک اقلیت کے ساتھ جوڑ کر مجرم بنا دیا گیا تھا۔ سائنس کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور ڈاکٹر عبدالسلام ایک سائنس دان تھا، مگر پاکستان کے حکمرانوں اور ملاؤں کے لئے وہ فقط ایک قادیانی تھا۔ یہ تب کی بات ہے، مگر آج بھی یہاں جبر اور جہالت کی حکمرانی ہے۔''

(روزنامہ ''پاکستان'' لاہور ۲۹ جنوری ۲۰۰۴ء)

جہاد اور قتال

جناب نذیر ناجی صاحب اپنے کالم ''سویرے سویرے'' میں معروف دانشور اور مصنف ڈاکٹر فاروق خاں کے جہاد سے متعلق مقالہ سے چند باتیں لکھی ہیں۔ مثلاً ''اسلام میں جہاد اور قتال دو الگ معانی میں استعمال ہوئے ہیں، جہاد کا مفہوم جدوجہد ہے۔ اس میں جدوجہد کی متعدد اقسام شامل ہیں، ان میں سے ایک جنگ بھی ہے گویا جہاد کا مفہوم محض جنگ تک محدود نہیں۔ جبکہ مسلح جنگ کے لئے قرآن مجید میں قتال کا لفظ استعمال ہوا ہے۔...... اللہ تعالیٰ نے انتشار اور تفرقے سے مسلمانوں کو منع کیا ہے اور جو سماجی اور انتظامی نظام دیا ہے اس میں نظم وضبط کو فوقیت دی، اتفاق واتحاد کے ان اصولوں کے مطابق، جنگ خواہ کسی بھی نام سے کی جائے وہ انفرادی فعل نہیں اور جو لوگ رائج الوقت نظام سے بغاوت کر کے انفرادی یا گروہی طور پر خود کسی غیر مسلم طاقت کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہیں تو گویا وہ اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر فاروق نے متعدد قرآنی آیات، احادیث اور علماء کرام کے حوالے دیئے ہیں- اس سلسلے میں ایک مثال حضرت ابوبصیرؓ کی ہے، جو ریاست مدینہ کی حدود اور ڈسپلن سے باہر تھے- انہوں نے اپنے طور پر کافروں کے خلاف کچھ کارروائیاں کیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ نے فرمایا کہ "اس کی ماں پر آفت آئے، اسے کچھ ساتھی مل گئے تو جنگ کی آگ بھڑکا کر رہے گا-" جب قریش یعنی کافروں نے زیادہ شکایت کی تو حضرت ابوبصیرؓ اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ میں لاکر ریاست کا شہری بنا دیا گیا اور اس کے بعد انہوں نے کبھی کوئی انفرادی اقدام نہیں کیا-

............اگر پرائیویٹ جہاد کی اجازت دے دی جائے تو ہر جگہ کے لوگ اپنی اپنی صوابدید کے مطابق، جس کے خلاف چاہیں گے اعلانِ جہاد کر دیں گے، سینکڑوں مسلح تنظیمیں قائم ہو جائیں گی، حکومتی معاہدے اور احکامات مذاق بن جائیں گے اور فرقہ واریت کی بنیاد پر بھی ایک دوسرے کے خلاف جہاد کے اعلانات ہونے لگیں گے تو پھر ریاست اور معاشرہ کہاں رہیں گے-؟............

چند صدیاں پہلے یورپ میں مذہبی لیڈروں نے ریاست پر قبضہ کیا- مسلمانوں کی تاریخ میں مذہبی گروہوں نے ریاست پر قبضہ کیا- مسلمانوں کی تاریخ میں مذہبی گروہوں کا ریاست پر اتنا مضبوط قبضہ کبھی نہیں ہوا تھا جتنا چرچ نے کیا لیکن تجربے نے ثابت کیا کہ مذہبی بنیادوں پر ریاست نہیں چلائی جا سکتی- چنانچہ بے حد وحساب تباہی اور خونریزی کے بعد پاپائیت کو ریاستی امور سے بے دخل کیا گیا اور آج وہ صرف ویٹیکن تک محدود ہے-

میں جانتا ہوں کہ پاکستان کے تمام مذہبی سیاستدان ایک دم پکار اٹھیں گے کہ ہم پادریوں سے مختلف ہیں- ہر جگہ کے مذہبی سیاستدان ایک دوسرے کے بارے میں یہی کہتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان سب کے مفادات اور سیاسی مقاصد ہی ایک جیسے نہیں ہوتے بلکہ وہ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے طریقے بھی ایک جیسے اختیار کرتے ہیں- یعنی اپنے اقدامات کو خدائی یا آسمانی احکامات کا نام دینا، بنیادی انسانی حقوق سلب کرنا اور اختلاف کرنے والے کو دین کا دشمن قرار دے کر قتل کر ڈالنا- جس ریاست کے امور مذہبی بنیادوں پر چلائے جائیں گے اس میں انسانی حقوق اور آزادیوں کی صورتحال ہمیشہ ایک جیسی ہوتی ہے-"

(روزنامہ جنگ لاہور ۲۷،۱ وری ۲۰۰۴ء)

بقیہ از صفحہ ۳۱ :-

اور وہ حصہ اندر دھنس گیا تھا۔ محمد ناصر کے ہاتھ سے چونکہ خون زیادہ بہہ رہا تھا لہٰذا کار کو وہاں چھوڑا اور ہم اسے فوری طور پر ہسپتال لے گئے تاکہ ہاتھ پر پٹی کروائی جائے جو کوئی بھی وہاں سے گزرتا تو کار کی حالت دیکھ کر یہی پوچھتا کہ کوئی زندہ بھی بچا جب بتایا جاتا کہ سب خیریت سے ہیں تو لوگ بہت حیران ہوتے چنانچہ ایک عورت جس کو یقین نہ آیا ہمارے پیچھے ہسپتال آئی اور ہمارے پاس آ کر کہنے لگی ۔ کہ تم نیک لوگ ہو اس لئے بچ گئے بہر حال یہ حادثہ گو خطرناک تھا مگر خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ہم سب کو محفوظ رکھا۔ سیرالیون میں پیش آنے والے ان حادثات میں محفوظ رہنا محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے-

انسانی صحت میں حیاتین (Vitamins) کا کردار

از: ملک خلیل احمد صاحب گلستان جوہر کراچی

انسانی زندگی کے لئے اچھی اور متوازن خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ متوازن غذا سے مراد وہ غذا ہے جس میں چھ اجزاء شامل ہوں۔ ۱۔لحمیات ۲۔چکنائی ۳۔نشاستہ ۴۔ نمکیات۔ ۵۔حیاتین۔ ۶۔پانی

ترقی پذیر ممالک میں لوگوں متوازن غذا کی کمی سے مختلف بیماریوں کا شکار رہے ہیں۔ متوازن غذا کا ایک اہم جزو حیاتین ہیں۔ حیاتین نباتاتی اور حیاتیاتی وہ مادے یا مرکبات ہیں جو انسانی جسم کے مختلف افعال کے لئے بطور عمل انگیز (Catalyst) کام کرتے ہیں۔ اور جن کا اثر عضلات، بافتوں اور اعصاب پر براہ راست پڑتا ہے اور جو خوراک کے جذب ہونے کے عمل سے لے کر خون بننے اور جزو بدن ہونے تک تمام مراحل پر اثر انداز ہوتے ہیں اور جن کی معمولی سی مقدار سے انسانی صحت پر نہایت مثبت اثر پڑتا ہے اور جن کی کمی (Deficiency) سے مختلف عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ حیاتین انسانی جسم، خون یا عضلات بنانے کے لئے براہ راست کام تو نہیں کرتے لیکن ان کی موجودگی اور خوراک میں شمولیت انسانی جسم کے اندر ہونے والے افعال کو تیز کر دیتی ہے۔

حیاتین جیسے حیاتین الف (Vitamin A) ۲۔پانی میں حل پذیر حیاتین جیسے حیاتین ب (Vitamin B) اور حیاتین ج (Vitamin C) وغیرہ۔

○ حیاتین اے (Vitamin A): چکنائی میں حل پذیر حیاتین الف (Vitamin A) سب سے اہم جو سب سے پہلے ۱۹۱۳ء میں دریافت کئے گئے۔ پکانے یا ابالنے سے بھی یہ حیاتین ضائع نہیں ہوتا۔ یہ ایک زرد رنگ کا الکوحلی مادہ ہے جو زرد رنگ کی سبزیوں اور پھلوں میں پایا جاتا ہے دراصل زرد اور گہرے سبز رنگ کی سبزیوں میں موجود B-Carotene حیاتین الف کا پیشرو (Provitamin) ہے جو جسم کے اندر جا کر حیاتین الف میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

عمل: (۱) حیاتین الف جلدی۔ عضلاتی اور جھلی نما اندرونی بافتوں (Tissues) کی نشوونما کے لئے ضروری ہے۔ (۲) آنکھوں کی بینائی کے لئے بہت اہم ہے۔ (۳) بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔

کمی (Deficiency) کے اثرات: (۱) اس حیاتین کی کمی کی وجہ سے نظر کمزور ہو جاتی ہے۔ پہلے آنکھ کی اندرونی حساس جھلی (Retina) اس سے متاثر ہوتی ہے۔ جس سے چیزیں دھندلی دکھائی دیتی ہیں۔ (۲) اگر کمی واقع ہو جائے تو انسان کو شام ہوتے ہی نظر آنا بند ہو جاتا ہے اسے "اندھراتا" یا Xerophthalmia کہتے ہیں۔ (۳) بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت کم ہو جاتی ہے۔ (۴) بعض اوقات بچوں میں اسہال کی شکایت بڑھ جاتی ہے اور بھوک میں بھی کمی واقع ہو جاتی

ہے اور معمول کی جسمانی نشوونما بھی متاثر ہوتی ہے۔ (۵) اس کے علاوہ حیاتین الف کی کمی سے دانت، ہڈیاں اور اعصابی نظام بھی متاثر ہونے لگتا ہے۔

ماخذ: (Sources) یہ حیاتین مچھلی کے تیل (Codliver-oil) دودھ، مکھن، پنیر، مارجرین، انڈے کی زردی، کلیجی، پیلی اور گہرے سبز پتوں والی سبزیاں پالک، گاجر، کھجور، خوبانی، کشمش، انجیر، آم، پپیتا میں ہوتی ہے۔

○ حیاتین ڈی (Vitamin D): یہ حیاتین چکنائی میں حل پذیر ہے اسے دھوپ والا حیاتین بھی کہتے ہیں ہماری جلد پر دھوپ پڑنے سے تالیف ہوتا ہے۔ ۱۸۹۰ء میں سب سے پہلے پام نے معلوم کیا کہ اس وٹامن کی کمی سے ہڈیوں میں (خصوصاً بچوں میں) ٹیڑھا پن پیدا ہوجاتا ہے۔ پھر دھوپ کے ذریعے سے اس کا علاج بھی کیا۔

عمل: اس وٹامن کا سب سے اہم عمل یہ ہے کہ (۱) اس سے ہڈیاں مضبوط اور سیدھی رہتی ہیں بچوں میں ہڈیوں کا ٹیڑھا پن نہیں ہوتا۔ (۲) کیلشیم اور فاسفورس اس حیاتین کی موجودگی میں چھوٹی آنت سے انجذاب کے بعد خون میں شامل ہوکر اپنا اپنا کام سرانجام دیتے ہیں اور ہڈیوں کے گودے میں آسانی سے منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ (۳) اس سے دانت چمکدار اور مضبوط رہتے ہیں۔ (۴) اس حیاتین سے لمبائی اور چوڑائی دونوں قسم کی بڑھوتی ہوتی ہے۔

کمی (Deficiency) کے اثرات: (۱) اس حیاتین (Vitamin D) کی کمی کی وجہ سے دانتوں کی بیماری لگ جاتی ہے۔ (۲) بچوں میں ہڈیوں کا ٹیڑھا پن پیدا ہوجاتا ہے اور ہڈیاں سیدھی نہیں بڑھتیں۔ (۳) کیلشیم اور فارسفورس کی خون اور گودے میں منتقلی متاثر ہوتی ہے۔ (۴) جگر کے صفرا (Bile) کی مدد سے یہ حیاتین ضرورت کی جگہ یا مقام پر لے جایا جاتا ہے۔ (۵) آئیوڈین (Iodine) کیلشیم اور فارسفورس کے موثر انجذاب کے لئے وٹامن D کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ (۶) یہ حیاتین جلد کے ذریعے جسم میں جذب ہوتا ہے اور سورج کی روشنی سے یہ حیاتین جلد سے آنتوں اور پھر وہاں سے صفرا (Bile) کی مدد سے جگر کے راستے خون یا ہڈیوں کے گودے میں اپنا کام کرتا ہے۔ اور کیلشیم اور فارسفورس کے انجذاب میں مدد دیتا ہے۔ جس سے ہڈیاں سیدھی اور مضبوط ہوتی ہیں۔

ماخذ: (Sources) یہ حیاتین عموماً مچھلی کے تیل میں کافی مقدار میں پایا جاتا ہے اس کے علاوہ انڈے کی زردی میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ حیاتین دھوپ کی شعاعوں کی مدد سے جلد سے خون میں شامل ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ حیاتین جسم کے مختلف حصوں میں جمع رہتا ہے اور بوقت ضرورت کام آتا رہا ہے۔ مثلاً جگر میں اس لئے کلیجی بھی ایک اہم ماخذ ہے۔

○ حیاتین ای (Vitamin E): اس حیاتین کو سائنس دانوں نے ۱۹۲۳ء میں دریافت کیا تھا۔ جانوروں پر تجربات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عمل پیدائش (Reproduction) کے لئے یہ حیاتین بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کو وٹامن (Tocopherol) بھی کہتے ہیں۔

عمل: (۱) تمام سالموں کی جھلیوں کو جوڑنے اور ان کی پائیداری کو قائم رکھنے کے لئے یہ حیاتین اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اور تازہ ترین ریسرچ کے مطابق قبل از وقت پیدا ہونے والے بچوں کے خون کے سفید ذرات کی زندگی کے لئے یہ حیاتین بہت ضروری ہے۔ (۲) یہ ایک طاقتور مخالف تکسیدی خصوصیت رکھنے والا ایجنٹ بھی ہے اور وٹامنز A`B اور C کی آکسیڈیشن کو روکتا نباتاتی چکنائیوں یا تیلوں میں سڑانڈ کو روکنے کے لئے اس کا کردار بہت اہم ہے۔ یعنی یہ ایک زبردست Natural Anti oxidant ہے۔ (۳) فضائی آلودگی کی وجہ سے پھیپھڑوں کے بافتوں کی ٹوٹ پھوٹ کو روکنے میں بھی یہ حیاتین مدد دیتا ہے۔ (۴) ضروری چکنائی کے تیزابوں (Essential fathy acids) کی کمی کی وجہ سے جو بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں یہ انہیں روکتا ہے۔ اور Linoleic acid کی موثر کارکردگی میں مدد دیتا ہے۔ (۵) غیر سیر شدہ چکنائی کے ترشے (Unsaturated Fatty Acids) جو دماغی صحت کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ حیاتین E اپنی مخالف تکسیدی خصوصیت کی وجہ سے ان کی ٹوٹ پھوٹ کو روک کر نوازئیدہ بچے کے دماغ کی بہتر نشوونما میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

کمی کے اثرات (Deficiency): (۱) تجربات سے ثابت ہوتا ہے کہ عمل پیدائش میں اس کی کمی سے رکاوٹ پڑ سکتی ہے۔ (۲) اس حیاتین کی کمی سے فالج یا عضلات کی خرابی بھی واقع ہو سکتی ہے۔ (۳) اس کی کمی سے بڑوں میں چکنائی کے انجذاب میں خرابی اور بھورے رنگ کے عضلاتی دھبے یا Liver Necrosis بھی ہو سکتی ہے۔

ماخذ (Sources): دانے دار غذاؤں کے تیلوں میں سب سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ کھوپرے کے علاوہ نباتاتی خوردنی تیل اس کے بہترین ماخذ ہیں۔

بچوں کے لئے یہ وٹامن Tocopherol کی صورت میں خود بخود ماں کے دودھ سے منتقل ہوتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے کمی نہیں ہونے پاتی اور بچہ اچھی طرح نشوونما پاتا رہتا ہے۔ اور اس کے عضلات، پھیپھڑے اور دماغ اس حیاتین کی موجودگی کی وجہ سے خوب نشوونما پاتے ہیں۔

○ حیاتین کے (Vitamin K): یہ وٹامن ۱۹۳۰ء میں دریافت ہوا۔

عمل اور کارکردگی: خون کے جمنے میں یہ حیاتین بہت مدد دیتا ہے۔

کمی (Deficiency) کے اثرات: (۱) اس کی کمی کی وجہ سے خون جمنے نہیں پاتا اور زخم رستا رہتا ہے۔ (۲) اس حیاتین کی کمی کی وجہ سے پیچش اسہال اور معدہ کے نچلے حصہ میں رکاوٹ جیسی بیماریاں لگ جاتی ہیں۔

ماخذ (Sources): سویابین اور بنولے کے تیل میں وافر مقدار میں پایا جاتا ہے دانے دار غذائیں (Cereals) پتے دار سبزیاں، ٹماٹر، پھول گوبھی، انڈے کی زردی، کلیجی اس حیاتین کے بہترین ماخذ ہیں۔

(جاری)

اخبار مجالس

(۱) مجلس انصاراللہ ضلع ڈیرہ غازی خان ○ پکنک: مورخہ ۰۶؍جون ۲۰۰۴ء کو انصاراللہ ضلع ڈیرہ غازی خان نے پکنک کا پروگرام بنایا۔ احباب دعا کے ساتھ سائیکلوں پر روانہ ہوئے۔ شہر سے ۴ کلومیٹر دور پُل نہر پر پہنچے۔ جہاں پہلے سے منتظمین (خدام) منتظر تھے۔ اس پکنک میں مقابلہ پیرا کی ہوا۔ اوّل، دوم، سوم آنے والوں کو محترم امیر صاحب ضلع نے انعامات تقسیم فرمائے۔ بعدازاں مقابلہ بیت بازی از درثمین، کلام محمود، کلام طاہر سے ہوا۔ دوپہر کے طعام اور پھلوں سے احباب کی تواضع کی گئی۔ مقامی احباب کو بھی کھانے میں شریک کیا گیا۔ ضلع بھر کی مجالس تونسہ شریف، کوٹ قیصرانی، چاہ اسمٰعیل والہ، سول لائنز اور ڈیرہ شہر کے ۵۰ احباب نے شرکت کی۔ شعبہ صحت جسمانی کا یہ پروگرام دلچسپ رہا۔ (رپورٹ: پروفیسر عبدالباسط ناظم انصاراللہ)

(۲) مجلس ضلع میرپور خاص ○ نومبائعین کی تربیتی کلاسیں: حلقہ نبی سرروڈ کے نومبائعین کی کلاس ۴؍جون ۲۰۰۴ء کو منعقد ہوئی۔ کلاس میں ۸۲ نومبائعین نے شرکت کی جن میں خواتین اور بچیاں بھی شامل تھیں۔ تلاوت، نظم اور تقاریر کے مقابلے بھی ہوئے۔ اختتامی اجلاس میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ دوسری کلاس مجلس نصرت آباد میں ۱۱؍جون ۲۰۰۴ء کو منعقد کی گئی۔ مکرم امیر صاحب حلقہ نے کلاس کا افتتاح کیا۔ علمی مقابلہ جات بھی ہوئے۔ ۶۶؍نومبائعین اس کلاس میں شامل ہوئے۔ ○ **پکنک:** مورخہ ۲؍جولائی ۲۰۰۴ء کو مجلس انصاراللہ کے اراکین مجلس عاملہ اور زعمائے مجالس نے ''چھ دری'' کے مقام پر پکنک کا پروگرام رکھا۔ جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے تاریخی یادیں وابستہ ہیں۔ اس موقعہ پر مکرم چوہدری ناصر احمد واہلہ صاحب ناظم انصاراللہ ضلع نے مجلس عاملہ کا ایک اجلاس بھی کیا جس میں ناظم صاحب ضلع کی درخواست پر مکرم حافظ عبدالاعلیٰ نائب وکیل المال اوّل تحریک جدید نے بھی شرکت کی۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ (عبدالمجید زاہد نائب ناظم عمومی انصاراللہ ضلع)

(۳) مجلس انصاراللہ گلشن جامی ○ شعبہ صحت جسمانی پر لیکچر: مورخہ ۴؍جون شعبہ صحت جسمانی کے زیراہتمام ''گرمی سے بچاؤ اور احتیاطی تدابیر'' کے موضوع پر مکرم ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب نے لیکچر دیا۔ جس میں دھوپ اور گرمی سے بچاؤ، سر ڈھانپنے، ہلکے رنگ کے لباس، سکنجبین اور ستو والے مشروبات کے استعمال کی ہدایت کی گئی۔ نیز ہیٹ سٹروک سے بچاؤ کے لئے ہومیوپیتھک ادویات احتیاطاً استعمال کرنی چاہئیں۔ اس پروگرام سے ۱۱۰ احباب (انصار، خدام اور اطفال) نے استفادہ کیا۔
(زعیم اعلیٰ)

(۴) مجلس انصاراللہ ضلع لاہور کی مساعی: ○ جلسہ سیرت النبیؐ: مورخہ ۲۸؍جون ۲۰۰۴ء کو رائے ونڈ میں جلسہ سیرت النبیؐ منعقد کیا گیا۔ جس میں ۱۳۰؍احباب بشمول مہمانان کرام نے شرکت کی۔ ○ **میڈیکل کیمپ**۔ ایک میڈیکل کیمپ لگایا گیا۔ جس میں ۶۸ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ اور ۱۰۰۰/- روپے کی ادویات دی گئیں۔ (رپورٹ۔ کریم احمد خاں نائب ناظم)

مجلس انصاراللہ مقامی کی محفل مشاعرہ

مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ کے زیراہتمام مورخہ ۲رمئی ۲۰۰۴ء سبزہ زار دفاتر انصاراللہ پاکستان میں دوسری سالانہ محفل مشاعرہ منعقد ہوئی۔ جس میں ربوہ کے علاوہ لاہور اور اسلام آباد سے احمدی شعراء نے تشریف لاکر رونق کو دوبالا کیا۔ اس محفل کے لئے سٹیج اور مقام مشاعرہ کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ اسلام آباد کے معروف احمدی شاعر مکرم طاہر عارف صاحب مہمان خصوصی اور مکرم چوہدری محمد علی صاحب صدر محفل تھے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مکرم لئیق احمد عابد صاحب نے سرانجام دیئے محفل مشاعرہ کا باقاعدہ آغاز ۹ بجے شب تلاوت قرآن کریم اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے کلام سے ہوا اس کے بعد سٹیج سیکرٹری صاحب نے اپنی نظم پیش کی جس کے دو اشعار یہ ہیں۔

سر بزم تیرا ہی ذکر ہے تیراذکر سب میں ہے مشترک
ہے جفاؤں کا ہے وفاؤں کا تیراذکر کتنا عجیب ہے

رہا کوئی غم نہ کوئی خطر مسرور ہم کو عطا ہوا
لو آ گیا ہے وہ بادشاہ جو شریف ہے جو نجیب ہے

ان کے بعد درج ذیل شعراء کے منتخب اشعار درج ذیل ہیں۔

نورالجمیل نجمی صاحب ربوہ

اک ذرا آپ کی نظروں کا اشارا ہوگا
شہر در شہر لبیک پکارا ہوگا

اشک در اشک دعاؤں کے خزینے ہوں گے
سانس در سانس وفاؤں کا نظارا ہوگا

سید اسرار توقیر صاحب

وہ بولتا تھا اس کے پیچھے خدا کی تائید بولتی تھی
وہ ایسا عقدہ کشا تھا جس کا جواب تھا لاجواب جیسا

فرید احمد ناصر صاحب

محفل تو سرشام بہت خوب جمی ہے
اس شہر طلسمات میں بس تیری کمی ہے

ہر شہر پہ ہوتا ہے گماں شہر ہے اس کا
ہر موڑ پہ لگتا ہے کہ یہ اس کی گلی ہے

احمد منیب صاحب

کیسے جنون رقص کے انداز چھن گئے
کیسے سنائیں داستاں ہم اس نڈھال کی

بس یہی شخص دولت کل ہے
دھڑکنوں میں بدل رہا ہے

محمد سلیم اختر صاحب

زمانہ جن کو خزف سے حقیر گردانے
تری گلی کے ستارے شمار ہوتے ہیں

ضیاء اللہ مبشر صاحب

اے مکینِ دل تجھے ہجر کا میں گلہ کروں نہ خدا کرے
ترے سارے درد سمیٹ لوں میں خدا کرے ہاں خدا کرے
وہی عمر عمرِ عزیز ہے جو ترے قدم کی کنیز ہے
وہی زندگی تو امر ہوئی جو تیرے حضور وفا کرے

ناصر احمد سید صاحب لاہور

اس کی صورت کی رونمائی کا
آسمانوں سے اہتمام ہوا
باقی سب دائرے شکستہ ہیں
اک ترے نقش کو دوام ہوا
جو ترے رُوبرو ہونا پڑا ہے
سخن کو باوضو ہونا پڑا ہے

صاحبزادی امتہ القدوس صاحبہ

آپ کی نظم مکرم احتشام احمد صاحب نے اپنی خوبصورت آواز میں ترنم سے پڑھ کر سنائی ۔ چند شعر یہ ہیں

خدا کا یہ احسان ہے ہم پہ بھاری
کہ جس نے ہے اپنی یہ نعمت اتاری
نہ مایوس ہونا گھٹن ہو نہ طاری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری
خدا کا ہے وعدہ خلافت رہے گی
یہ نعمت تمہیں تاقیامت ملے گی
مگر شرط اس کی اطاعت گزاری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

عبدالکریم خالد صاحب

اگرچہ ہم حقیر ہیں غبارِ راہ کی طرح
مگر یہ بات کم نہیں کہ تیرے کارواں میں ہیں
میں اس شہر کی مٹی سے اٹھا ہوں خالدؔ
جس کے ذروں میں مسیحائی کا اعجاز بھی ہے

عبدالکریم قدسی صاحب

میں بیٹھ جاتا ہوں لکھنے اسے دعا کے خطوط
زمانہ جب بھی مجھے پُر ملال کرتا ہے
آ! صدر نشیں ہو محفل کا پہلے کی طرح
آ! دل والوں کو پاس بٹھا پہلے کی طرح
آ! تیرے بعد گلے ملنا ہی بھول گیا
آ! قدسی کو سینے سے لگا پہلے کی طرح

پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب

افتخار بزم تھا تو عزم میں کوہ وقار
اب تجھے ڈھونڈا کریں گے حشر تک لیل ونہار

سو گیا چپ چاپ تو اے بلبلِ شیریں نوا
پھرتے ہیں گلیوں میں دیوانے تیرے پروانہ وار

طاہر عارف صاحب اسلام آباد

قدرت ثانیہ کی برکت سے
نور پہ نور ہم نے دیکھا ہے
مثل خورشید جو ہوا اوجھل
دُرِّ منثور ہم نے دیکھا ہے
کیوں نہ ہو بے خودی اداؤں میں
حسنِ مسرور ہم نے دیکھا ہے
اک حسین عہد کے حسینوں میں
چشمِ بددور ہم نے دیکھا ہے

پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب

کس کے عاشق ہیں اس بے اماں شہر میں
خیمہ زن آگ کے درمیاں شہر میں
کس کا دست دعا شہر کی ڈھال ہے
کس کے سجدوں کے ہیں سائباں شہر میں
لے گیا اپنے ہمراہ سب رونقیں
وہ جو تھا اک حسین نوجواں شہر میں
شہر کا ناز تو شہر سے جا چکا
کس لئے آئے ہو اب میاں شہر میں

اس دلچسپ محفل شعروسخن کے اختتام پر مہمان خصوصی نے دعا کرائی۔ اس محفل میں ۸۰۰ سے زائد احباب نے شرکت کی۔

(رپورتاژ: ضیاء اللہ مبشر منتظم تعلیم)

بقیہ از صفحہ ۱۶:۔

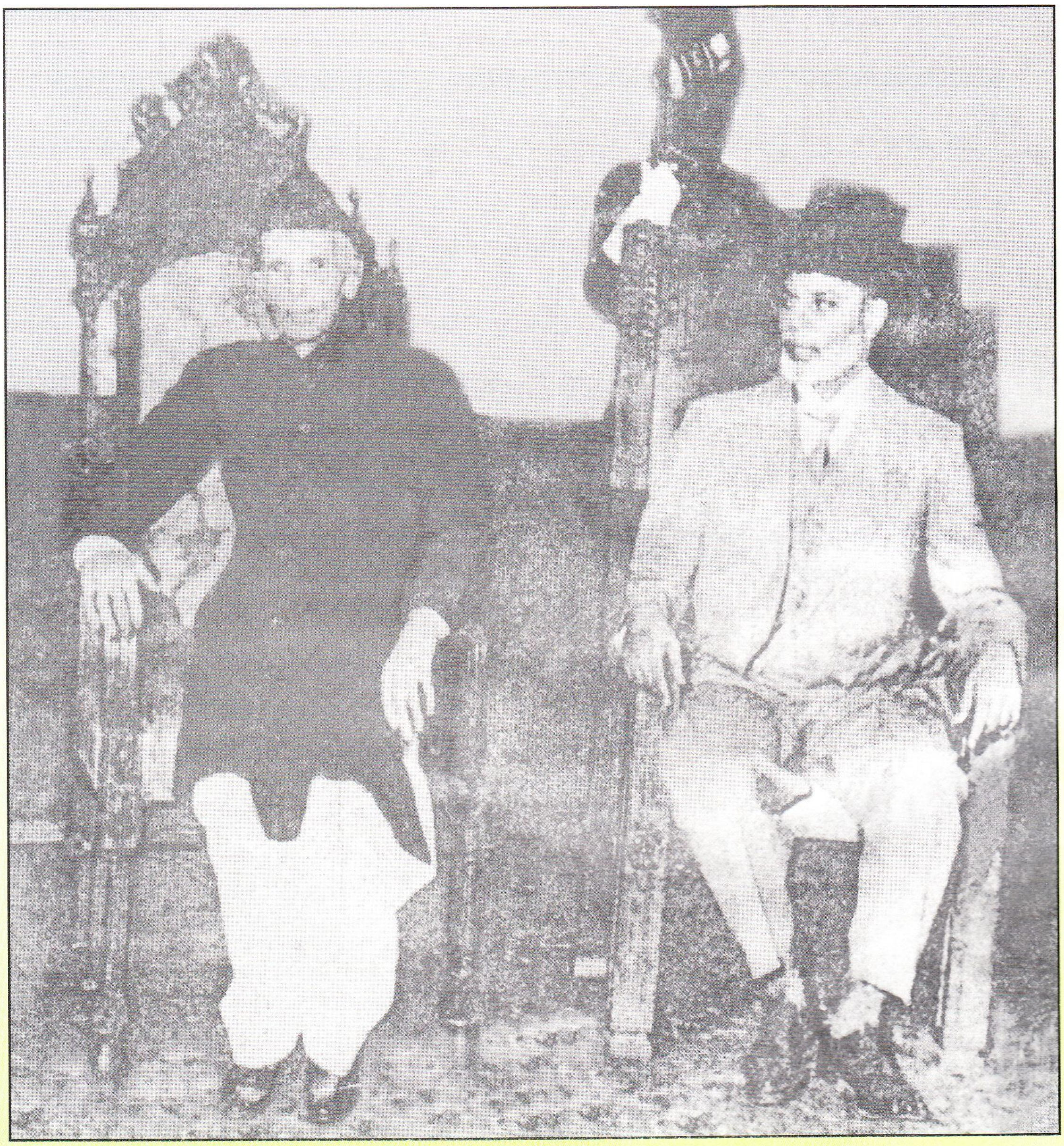
اور اس کی روح کا گداز ہونا موت کے قائمقام تھا۔ ایسی دعائیں قبول ہوتی ہیں جیسی مریم کے بیٹے نے باغ میں کی۔''

(روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۸۷)

اس کی تائید میں خود حضرت عیسیٰؑ اپنے حواریوں سے فرماتے ہیں:۔

''مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ ڈھونڈو تو پاؤ گے اور دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا۔'' (متی باب ۷ آیت ۷)

اس لئے حضرت عیسیٰؑ کی دعا کا سنا جانا از حد ضروری تھا۔ اور جب ان کی دعا سنی گئی تو آپ صلیب پر مرے بھی نہیں اور جب صلیب پر مرے نہیں تو کفارہ بھی نہ ہوئے۔ موجودہ عیسائیت جو دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب نہیں (بلکہ پولوس اور اس کے ساتھیوں کا ہے) کو جس زاویہ اور جس نگاہ سے دیکھا جائے وہ خلاف عقل، خلاف شریعت اور خلاف فطرتِ انسانی ہے اور عدل کے خلاف خدا کو بھی ظالم ثابت کرتی ہے...... خدا کرے کہ جلد دنیا کی آنکھیں کھلیں اور وہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل پوزیشن اور مقاصد سے آگاہ ہوں، خدائے واحد پر ایمان لائیں۔ اور اس کی بادشاہت زمین پر قائم ہو جائے۔ آمین۔



بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب (سابق وزیر خارجہ) کی ایک یادگار تصویر

Monthly ANSARULLAH August 2004

Ph: 04524-212982

EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR Regd. # : CPL-34/CR-03

''وہ دین، دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو''

سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''...... ہمارا فرض ہے صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں- اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں- اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں-

اے ہموطنو!! وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو- ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا- مثلاً جو جو انسانی طاقتیں اور قوتیں آریہ ورت کی قدیم قوموں کو دی گئی ہیں- وہی تمام قوتیں عربوں اور فارسیوں اور شامیوں اور چینیوں اور جاپانیوں اور یورپ اور امریکہ کی قوموں کو بھی عطا کی گئی ہیں- سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام دیتی ہے اور سب کے لئے اُس کا سُورج اور چاند اور کئی اور ستارے روشن چراغ کا کام دے رہے ہیں- اور دوسری خدمات بھی بجالاتے ہیں- اس کی پیدا کردہ عناصر یعنی ہوا اور پانی اور آگ اور خاک اور ایسا ہی اُس کی دوسری تمام پیدا کردہ چیزوں اناج اور پھل اور دوا وغیرہ سے تمام قومیں فائدہ اٹھا رہی ہیں- پس یہ اخلاق ربّانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بنی نوع انسانوں سے مروّت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں اور تنگ دل اور تنگ ظرف نہ بنیں-

''...... جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ہے- تمام ملکوں کے راستباز یہ گواہی دیتے آئے ہیں کہ خدا کے اخلاق کا پیرو ہونا انسانی بقا کے لئے آبِ حیات ہے- اور انسانوں کی جسمانی اور رُوحانی زندگی اسی امر سے وابستہ ہے- کہ وہ خدا کے تمام مقدس اخلاق کی پیروی کرے جو سلامتی کا چشمہ ہیں-''

(پیغام صلح صفحہ ۱-۲، رُوحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۳۹-۴۴۰)